﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۵؍دسمبر ۲۰۰۳ء | ۱۱؍شوال ۱۴۲۴ھ ہجری قمری ۵؍فتح ۱۳۸۲ھ ہجری شمسی | شمارہ ۴۹

صلہ رحمی کی برکات

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
جو شخص لمبی عمر اور رزق میں فراخی کی تمنا رکھتا ہو اسے چاہئے کہ والدین سے نیکی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

کروڑوں مسلمان ہیں کہ انہوں نے عمدہ عمدہ کھانے کھانا، عمدہ عمدہ مکانات بنانا، اعلیٰ درجہ کے عہدوں پر ہونا ہی اسلام سمجھ رکھا ہے۔ مومن شخص کا کام ہے کہ پہلے اپنی زندگی کا مقصد اصلی معلوم کرے اور پھر اس کے مطابق کام کرے۔

’’ایسے بنو کہ تا تم پر خدا تعالیٰ کی برکات اور اس کی رحمت کے آثار نازل ہوں۔ وہ عمروں کو بڑھا بھی سکتا ہے مگر ایک وہ شخص جس کا عمر پانے کا مقصد صرف ورلی دنیا ہی کے لذائذ اور حظوظ ہیں اس کی عمر کیا فائدہ بخش سکتی ہے؟ اس میں تو خدا کا حصہ کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنی عمر کا مقصد صرف عمدہ کھانے کھانے اور نیند بھر کے سونے اور بیوی بچوں اور عمدہ مکان کے یا گھوڑے وغیرہ رکھنے یا عمدہ باغات یا فصل پر ہی ختم کرتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد ہے۔ اس نے تو اپنا مقصد و مطلوب اور معبود صرف خواہشات نفسانی اور لذائذ حیوانی ہی کو بنایا ہوا ہے مگر خدا تعالیٰ نے انسان کے سلسلہ پیدائش کی علت غائی صرف اپنی عبادت رکھی ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۷) پس حصر کر دیا ہے کہ صرف اور صرف عبادت الٰہی مقصد ہونا چاہئے۔ اور صرف اسی کے لئے یہ سارا کارخانہ بنایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے اَور ہی اَور ارادے اور اَور ہی اور خواہشات ہیں۔ بھلا سوچو تو سہی کہ ایک شخص ایک شخص کو بھیجتا ہے کہ میرے باغ کی حفاظت کر۔ اس کی آبپاشی اور شاخ تراشی سے عمدہ طور پر بنا اور عمدہ عمدہ پھول، بیل بوٹے لگا کہ وہ ہرا بھرا ہو جاوے۔ شاداب اور سرسبز ہو جاوے مگر بجائے اس کے یہ شخص آتے ہی جتنے عمدہ عمدہ پھل پھول اس میں لگے ہوئے تھے ان کو کاٹ کر ضائع کر دے یا اپنے ذاتی مفاد کے لئے فروخت کر لے اور ناجائز دست اندازی سے باغ کو ویران کر دے تو بتاؤ کہ وہ مالک جب آوے گا تو اس سے کیسا سلوک کرے گا؟ خدا نے تو اسے بھیجا تھا کہ عبادت کرے اور حق اللہ اور حق العباد کو بجا لاوے مگر یہ آتے ہی بیویوں میں مشغول، بچوں میں محو اور اپنے لذائذ کا بندہ بن گیا اور اس اصل مقصد کو بالکل بھول ہی گیا۔ بتاؤ اس کا خدا کے سامنے کیا جواب ہوگا۔

دنیا کے یہ سامان اور یہ بیوی بچے اور کھانے پینے تو اللہ تعالیٰ نے صرف بطور بھاڑہ کے بنائے تھے جس طرح ایک یکہ بان چند کوس تک ٹٹو سے کام لے کر جب سمجھتا ہے کہ وہ تھک گیا ہے اسے کچھ نہاری اور پانی وغیرہ دیتا ہے اور کچھ مالش کرتا ہے تا اس کی تھکان کا کچھ علاج ہو جاوے اور آگے چلنے کے قابل ہو اور درماندہ ہو کر کہیں آدھ میں ہی نہ رہ جائے اس سہارے کے لئے اسے نہاری دیتا ہے۔ سو یہ دنیوی آرام اور عیش اور بیوی بچے اور کھانے کے خوراکیں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھاڑے مقرر کئے ہیں کہ تا وہ تھک کر اور درماندہ ہو کر بھوک سے، پیاس سے مر نہ جاوے اور اس کے قویٰ کے تحلیل ہونے کی تلافی مافات ہوتی جاوے۔ پس یہ چیزیں اس حد تک جائز ہیں کہ انسان کو عبادت اور حق اللہ اور حق العباد کے پورا کرنے میں مدد دیں ورنہ اس حد سے آگے نکل کر وہ حیوانوں کی طرح صرف پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد بنا کر مشرک بناتی ہیں اور وہ اسلام کے خلاف ہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است ۔ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

مگر اب کروڑوں مسلمان ہیں کہ انہوں نے عمدہ عمدہ کھانے کھانا، عمدہ عمدہ مکانات بنانا، اعلیٰ درجہ کے عہدوں پر ہونا ہی اسلام سمجھ رکھا ہے۔ مومن شخص کا کام ہے کہ پہلے اپنی زندگی کا مقصد اصلی معلوم کرے اور پھر اس کے مطابق کام کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ﴾ (الفرقان:۷۸) خدا کو تمہاری پروا ہی کیا ہے اگر تم اس کی عبادت نہ کرو اور اس سے دعائیں نہ مانگو۔ یہ آیت بھی اصل میں پہلی آیت ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۷) ہی کی شرح ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ انسانی خلقت سے صرف عبادت ہے تو مومن کی شان نہیں کہ کسی دوسری چیز کو عین مقصود بنا لے۔ حقوق نفس تو جائز ہیں مگر نفس کی بے اعتدالیاں جائز نہیں۔ حقوق نفس بھی اس لئے جائز ہیں کہ تا وہ درماندہ ہو کر رہ ہی نہ جائے۔ تم بھی ان چیزوں کو اسی واسطے کام میں لاؤ۔ ان سے کام اس واسطے لو کہ یہ تمہیں عبادت کے لائق بنائے رکھیں، نہ اس لئے کہ وہی تمہارا مقصود اصلی ہوں‘‘۔ (ملفوظات جلد سوم طبع جدید صفحہ ۱۸۵،۱۸۴)

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا

آنحضرتؐ رمضان کے آخری عشرہ میں کمر ہمت کس لیتے، راتوں کو زندہ رکھتے اور اہل خانہ کو بیدار کرتے تھے

رمضان المبارک کے آخری عشرہ اور لیلۃ القدر کی اہمیت و فضیلت کا پرمعارف بیان

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۴؍نومبر ۲۰۰۳ء)

(لندن ۱۴؍نومبر ۲۰۰۳ء): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ القدر کی تلاوت اور ترجمہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو رہا ہے۔ ساری دنیا میں لوگ اعتکاف کریں گے۔ دعاؤں کی توفیق ملے گی۔ جو اعتکاف نہیں کر رہے ان کو بھی پہلے سے بڑھ کر راتیں زندہ کرنے کی توفیق ملے گی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے لیلۃ القدر کی اہمیت وفضیلت اور عبادات کی طرف زیادہ توجہ پیدا کرنے کا پرمعارف مضمون بیان فرمایا اور اس مضمون کی تشریح میں سورۃ القدر کی تشریح احادیث نبویہ، ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تحریرات خلفاء سلسلہ کی روشنی میں فرمائی۔

حضور نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کی رات سے مراد یہ بھی ہے کہ اس رات بہت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس رات میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اس سے مراد تاریک وظلمانی زمانے کے بعد آنحضرت ﷺ کی بعثت بھی ہے جو آخری شریعت لے کر آئے۔ اس رات کا مشاہدہ کیسے ہوتا ہے؟ اس بارہ میں مختلف روایات آئی ہیں کہ ہوا، بجلی اور

نور کی آمد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ نور دیکھنے کی روایت صلحاء نے بیان کی ہے۔ جو مومن سارا رمضان عبادات اور دعاؤں میں گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی بھی طرح سے ان کی قبولیت کا اظہار کر دیتا ہے۔

حضور نے بتایا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے ماہ رمضان میں شروع سے آخر تک نمازیں باجماعت ادا کیں تو اس نے لیلۃ القدر کا کچھ حصہ پا لیا۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان اور احتساب کی خاطر عبادت کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ آخری عشرہ عمل کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ہے۔ پس ان ایام میں کثرت کے ساتھ تہلیل، تکبیر اور تحمید الٰہی بیان کرو۔

حضور نے مزید فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔ اور جس شخص کو یہ رات نصیب ہو وہ یہ دعا کرے "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ" کہ اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرما دے۔ آنحضرتؐ کا طریق تھا کہ آپ آخری عشرہ رمضان میں کمر ہمت کس لیتے، اپنی راتوں کو زندہ کرتے اور اپنے اہل بیت کو بھی جگایا کرتے تھے۔ اور اس قدر التزام تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی تہجد پڑھتے خواہ آپ کو بیٹھ کر پڑھنی پڑی۔

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک لیلۃ القدر وہ رات ہے جس کے پچھلے پہر میں خدا تعالیٰ نچلے آسمان پر آتا ہے اور بندے کی دعائیں قبول کرتا ہے اور ایک لیلۃ القدر وہ طویل تاریک و تار رات ہے جس کے بعد خدا تعالیٰ نے ہدایت نازل کی اور آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا گویا لیلۃ القدر آنحضرتؐ کی ضرورت زمانہ کی ایک دلیل ہے۔ اور اس میں پیشگوئی بھی ہے کہ جب بھی امت میں تاریک زمانہ آئے گا خدا تعالیٰ تجدید دین کے لئے مجدد دین کو کھڑا کرتا رہے گا۔ جب نبی آتا ہے تو یہ سنت اللہ ہے کہ اس کے ساتھ فرشتے نازل ہوتے ہیں جو سعید فطرت لوگوں پر نور کا پرتو ڈالتے ہیں اور ان میں نیک خیال پیدا کرتے ہیں۔

حضور انور نے خطبہ کے آخر پر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عشرہ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے مقاصد کو پورا ہوتے دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو شر پسندوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ خاص طور پر پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کے احمدیوں کے لئے دعا کریں وہاں سے شر پسندوں کی شرارت کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ گزشتہ دنوں بنگلہ دیش کے ایک احمدی کو شہید کر دیا گیا ہے۔ بہت دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ جلد فتح کے سامان پیدا فرمائے۔ آمین

❁❁❁ ❁❁❁ ❁❁❁

ایک بہائی عورت سے مکالمہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۸؍اپریل ۱۹۳۴ء کو جلسہ عام بمقام لائل پور (فیصل آباد) شہر میں ایک پر معارف تقریر فرمائی جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے دلائل پر مشتمل ہے۔ اس تقریر دلپذیر کا ایک اقتباس قارئین کرام کی نذر ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں:

"...... میرے پاس ایک دفعہ ایک جماعت بہائیوں کی آئی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بہاء اللہ نئی شریعت لائے تھے۔ ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ مَیں نے کہا کہ مَیں ایک بات پیش کرتا ہوں۔ دنیا کو ضرورت تھی اور محمد رسول اللہ ﷺ نے آکر اسے پورا کیا اور آپؐ کی آمد سے دنیا کی ضرورتیں پوری ہوگئیں۔ اب آپ لوگ کہتے ہیں بہاء اللہ آئے اور نئی شریعت لائے۔ لیکن تم کوئی ایسا مسئلہ بتاؤ جس کی دنیا کو ضرورت ہو مگر وہ قرآن کریم میں نہ ہو۔ مَیں یہ بات ہمیشہ بہائیوں کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں مگر آج تک کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میرے سفر انگلستان کے دوران میں ایک مشہور بنکر کی، جو ہانگ کانگ میں کام کرتا ہے، بیوی مجھ سے ملنے آئی۔ وہ بہائی ہے۔ اس کے سامنے یہ بات جب مَیں نے پیش کی تو وہ کہنے لگی۔ مَیں بتاتی ہوں۔ اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب ایک ہی بیوی رکھنی چاہئے۔ بہاء اللہ نے اس حکم کی اصلاح کی ہے۔

مَیں نے کہا اول تو یہ امر بحث طلب ہے کہ شادی ایک ہی چاہئے یا زیادہ کی بھی اجازت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس امر کو تسلیم کر کے مَیں پوچھتا ہوں کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ خود بہاء اللہ کی دو بیویاں تھیں۔ اگر دنیا کے سب لوگوں کو صرف ایک بیوی کی ضرورت تھی اور اسی بات کو رائج کرنے کے لئے آئے تھے تو انہوں نے خود کیوں دو کیں اور پھر اپنے بیٹے عباس کو کیوں کہا کہ تمہارے ہاں اولاد نہیں ہوتی اس لئے دوسری شادی کر لو۔

پہلے تو اس نے ان واقعات کا سرے سے انکار کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک ایرانی بہائی عورت تھی۔ مَیں نے کہا اس سے پوچھو۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا نہیں۔ میرے اصرار پر اس نے پوچھا تو اس ایرانی عورت نے جواب دیا کہ ہم مانتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں مگر وہ دعویٰ سے پہلے کی تھیں۔ مَیں نے کہا جب وہ خدا تعالیٰ کے بروز تھے تو کیا وہ پہلے سے نہ جانتے تھے کہ مَیں نے یہ تعلیم دینی ہے۔ مگر خیر اس بات کو بھی جانے دو یہ بتاؤ کہ بعد میں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگی دعویٰ کے بعد انہوں نے ایک کو بہن قرار دے دیا۔ مَیں نے کہا اوّل تو یہ صریح ظلم ہے کہ ایک بیوی کو رکھا اور دوسری کو بہن قرار دے دیا۔ مگر اسے بھی جانے دو اور یہ بتاؤ کہ اس عورت کے بطن سے جسے انہوں نے بہن قرار دیا تھا آخر تک اولاد ہوتی رہی یا نہیں؟۔ کیا وہ اولاد اپنی بہن سے پیدا کر رہے تھے؟

یہ بات سن کر وہ شرمندہ ہوگئیں۔ ان کے ساتھ ایک امریکن لیڈی تھی کہ وہ بھی اپنے آپ کو بہائی کہتی تھی۔ یہ باتیں سن کر وہ کھڑی ہوگئی اور جوش سے کہنے لگی: مَیں اسلام کو مانتی ہوں، بہائیت کو نہیں......"۔

(الفضل قادیان ۲۰؍مئی ۱۹۳۴ء صفحہ نمبر ۷)

(بشکریہ: ماھنامہ انصاراللہ ربوہ نومبر ۲۰۰۳ء)

وہ میرا ماہی، وہ میرا رہبر

وہ ایک بادل
جو زرد موسم اجاڑ رُت اور جھلستے منظر میں
آبروئے بہار بن کر گرج رہا تھا، برس رہا تھا
وہ چاند
جو ظلمتوں کی یورش میں روشنی کا ضمیر بن کر
چمک رہا تھا، دمک رہا تھا
وہ خوش نوا
جو حروف تازہ کے سب کرشمے، سبھی قرینے سمیٹ کر
ایک جہان خفتہ کو لمحہ لمحہ جگا رہا تھا، سجا رہا تھا
وہ میرے فکر و نظر کا محور

وہ میرا ماہی، وہ میرا رہبر
جو میری سوچوں کے ہر دریچے سے جھانکتا تھا
جو میرے خوابوں میں اپنی خوشبو بکھیرتا تھا
جو میرے دل کی ہر ایک دھڑکن میں بولتا تھا
وہ مجھ کو اور میرے جیسے ہزاروں، لاکھوں محبتوں کے اسیر لوگوں کو
اپنی آنکھوں کے خواب دے کر
ہر آنے والی حسین رُت کا نصاب دے کر
اور اپنی یادوں کے لہلہاتے گلاب دے کر
اُفق کے اس پار چل دیا ہے
کہ اس کو اپنا حبیبِ یکتا بلا رہا تھا
اُفق کے اُس پار میرے ماہی کو میرا جھک کر سلام کہنا
وہ جن کا گزرا ہے لمحہ لمحہ، تری محبت کے سائباں میں
وہ تیرے عُشّاق کیسے کاٹیں ترے بِنا صبح و شام کہنا
ابھی تو ہر رہگزر پہ تیری، بچھی ہوئی تھیں کروڑوں آنکھیں
ابھی تو ان سب کو تو نے دینا تھا اِذنِ دیدارِ عام، کہنا
کھلی ہوئی تھیں نہ جانے کب سے ترے دیارِ وفا کی باہیں
ترس رہا تھا تری سلامی کو تیرا دارالسلام کہنا
اُفق کے اس پار جانے والے، رہِ وفا کے عظیم راہی
رہے گا عالی مقام، دنیا میں تا ابد تیرا نام کہنا
یہ خاک و خوں کے سبھی بگولے خود اپنے گرداب ہی میں گم ہیں
خدا کی حکمت سے ہو رہے ہیں یہ سارے رُسوائے عام کہنا
ترے مقدر کے زائچوں میں زمیں کے سانچے بدل رہے ہیں
کہ رفتہ رفتہ اُتر رہا ہے جہانِ نَو کا نظام کہنا
اُفق کے اس پار کائناتِ عدم کے رخشندہ چاند تارو
اُفق کے اس پار میرے ماہی کو میرا جھک کر سلام کہنا

(رشید قیصرانی)

تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء

احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟

(عطاء المجیب راشد۔ لندن)

دوسری قسط

خلافت احمدیہ کا انعام

جماعت احمدیہ نے دنیا کو نہ صرف حقیقی اسلام سے آگاہ کیا بلکہ وہ روحانی نظام قیادت بھی عطا کیا جس کو اسلامی اصطلاح میں نظام خلافت کہا جاتا ہے۔ یہ وہ بابرکت نظام ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے کیا کہ اعمال صالحہ کی شرط کے ساتھ یہ انعام انہیں ملتا رہے گا۔ قرون اولیٰ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت خلافت راشدہ کی صورت میں عطا فرمائی جو بعد ازاں ملوکیت میں بدلی اور بالآخر بالکل ختم ہوکر رہ گئی۔ اس نعمت سے محرومی کے ساتھ مسلمان عملاً ہر اعتبار سے قعر مذلت میں گر گئے۔ ہر بات میں نحوست اور ہر میدان میں ہزیمت ان کا مقدر بن گئی۔

اللہ تعالیٰ نے احیاء اسلام کے لئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ کو امتی نبوت کا منصب عطا کیا اور اپنے وعدہ کے مطابق کہ:

''ما کانت نبوة قطّ الّا تبعتها خلافة

(کنز العمال از علامہ علاؤ الدین علی جلد ۱۱ صفحہ ۱۵ احدیث ۳۱۴۴۴ الطبعة الاولیٰ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ ۱۹۹۸)

جماعت احمدیہ میں نظامِ خلافت کو جاری فرمایا۔ وہ جنہوں نے اس نعمتِ خداوندی سے منہ موڑا وہ گمراہی اور تاریکی میں بھٹکتے رہے اور آج بھی محرومی اور ناکامی ان کا نصیب بنی ہوئی ہے۔ لیکن وہ جنہوں نے نورِ خلافت سے اپنے سینوں کو منور کیا۔ اس شمعِ خلافت پر پروانہ وار فدا ہوئے اور خلیفۂ وقت کی ہر آواز پر لبیک لبیک کہتے ہوئے جان و مال اور عزت و آبرو کے نذرانے پیش کرنے کو اپنی سعادت سمجھا، دیکھو اور سنو کہ ان پر کس طرح خدا تعالیٰ کے غیر معمولی فضلوں کی موسلا دھار برسات ہوئی۔

نظامِ خلافت کی برکت سے جماعت احمدیہ کو نیکی کے ہر میدان میں ترقی اور مضبوطی عطا ہوئی۔ خوف کی ہر حالت امن میں بدلتی رہی۔ آج ساری دنیا میں یہ واحد جماعت ہے جو خلافت کے بابرکت نظام سے فیضیاب ہے۔ جماعت کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مخالفت کی ہر تحریک خلافت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی۔ پیغامیوں کا فتنہ ہو یا احراریوں کا، ۱۹۵۳ء کے ملک گیر ہنگامے ہوں یا ۱۹۷۴ء کے بھیانک فسادات اور یا ۱۹۸۴ء کے بعد کے دلخراش واقعات جن کے نتیجہ میں پاکستان کی سرزمین جگہ جگہ معصوم احمدیوں کے خون سے رنگین ہوگئی، خلیفۂ وقت کی اولوالعزم قیادت اور راہنمائی میں جماعت ہر آزمائش کے وقت مومنانہ شان کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتی رہی۔ خلافت کی برکت سے جماعت نے فتوحات کی بلندیوں کو چھوا اور اسکی فدائیت، قربانی، اور والہانہ عشق و وفا کے معیار بلند سے بلند ہوتے گئے۔ مصائب کے بھڑکتے شعلوں میں بھی کوئی ان کے چہروں کی مسکراہٹیں نہ چھین سکا۔ وہ جس نے کہا تھا کہ میں احمدیوں کے ہاتھوں میں کشکول پکڑا دوں گا، وہ تختۂ دار پر لٹکتا نظر آیا اور جس نے یہ تعلّی کی تھی کہ میں قادیانیت کے کینسر کو ختم کر کے دم لوں گا وہ اسی دنیا میں جہنم کی آگ میں ایسا بھسم ہوا کہ جسم کا کوئی ایک حصہ بھی سلامت نہ رہ سکا۔

خلافت کا یہ انعام ایک خدا داد انعام ہے یہ نظام انسانی تدبیروں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ سے قائم ہوتا ہے۔ یہ نظام وحدتِ امت کی جان ہے۔ یہ شیرازہ بندی کی اساس ہے۔ یہ فتح و ظفر کی کلید ہے۔ یہ مومنوں کے ایمان و یقین کی نشانی ہے۔ اسی نظام خلافت سے اسلام کی حیاتِ نو وابستہ ہے۔ یہی ہے وہ بابرکت آسمانی نظام جس کے قیام کی بشارت ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ان الفاظ میں دی تھی: ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی للطباعة والنشر بیروت)

خدائے ذوالمنن کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کی یہ نعمت عطا کی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ۷۲ فرقوں کے مقابل پر یہی وہ واحد جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس انعام کی مستحق اور صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ پس یہ ہے وہ عظیم الشان پیغام جو اللہ تعالیٰ نے اس نظامِ خلافت کے ذریعہ ساری دنیا کو دیا ہے کہ اے وہ لوگو جو حصارِ عافیت کی تلاش میں ہو، اگر تم واقعی امن و سلامتی کی راہوں کے متلاشی ہو تو آؤ اس نظامِ خلافتِ احمدیہ کے عافیت بخش سائے تلے آجاؤ کہ آج اس سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہیں جو تمہیں حقیقی امن و سکون اور حقیقی زندگی عطا کر سکے۔ آؤ اور اس روحانی نظامِ وحدت کے سایہ میں آجاؤ وگرنہ یاد رکھو کہ خلافت کے بغیر تمہارے نصیب میں گمراہی بدنصیبی اور ناکامی کے سوا کچھ نہیں۔

امام الزمان کی یہ آواز سنو:

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف، میں عافیت کا ہوں حصار

نظام جماعت

ہمارے آقا و مولیٰ، حبیبِ خدا محمد مصطفی ﷺ سے پوچھا گیا کہ جب آخری زمانے میں مسلمان ۷۳ فرقوں میں بٹ جائیں گے تو ان میں صحیح راستہ پر گامزن ایک خوش نصیب فرقہ کو ہم کس طرح پہچان سکیں گے؟ صاحبِ جَوَامِعُ الْكَلِمِ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشکل سوال کا جواب صرف دو لفظوں میں دیدیا۔ فرمایا: وَهِيَ الْجَمَاعَةُ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ بیروت وسنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب افتراق الامم۔ دار الکتب العلمیہ بیروت)

خوب کھول کر سن لو کہ جنتی فرقہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک جماعت ہوگی۔ نام بھی جماعت اور کام بھی جماعت۔ جماعت کے لفظ کی خوبی اس میں ہوگی۔ اس ایک لفظ میں پہچان کی کنجی ہے۔ جماعت کا لفظ ایسی متحد اور منظّم جمعیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو بنیان مرصوص ہو، جس کا ایک واجب الاطاعت امام ہو اور جماعت کا ہر فرد نظام کے ساتھ پوری طرح منسلک ہو۔ آج دنیا کے پردہ پر اگر یہ کیفیت کسی اسلامی گروہ پر صادق آتی ہے تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے اور یہی وہ تصورِ جماعت اور نظامِ وحدت اور منظّم نظامِ جماعت ہے جو جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کی پراگندگی کے اس دور میں ان کو عطا کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے نظامِ خلافت عطا کیا ہے جو علی منہاج النبوة قائم ہے۔ خلیفہ خدا بناتا ہے وہ جماعت کا روحانی اور انتظامی سربراہ اور اس کا دل ہوتا ہے۔ خلیفہ وقت خدا کو جوابدہ اور ہر فرد خلیفہ کو جوابدہ ہوتا ہے۔ نظامِ خلافت کے تابع جماعت احمدیہ کے اندر ایک ایسا مضبوط، مستحکم اور تفصیلی نظامِ جماعت قائم ہے جو ہر پہلو سے بے مثال ہے۔

صدر انجمن احمدیہ جماعت کا مرکزی انتظامی ادارہ ہے۔ مختلف شعبہ جات کے لئے نظارتیں قائم ہیں۔ پاکستان سے باہر کے ممالک میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے تحریک جدید کا وسیع نظام جاری ہے۔ دیہاتی علاقہ جات میں خصوصیت سے تبلیغ و تربیت کے لئے وقف جدید کا نظام موجود ہے اب اس کا دائرہ کار بیرونی ممالک تک وسیع ہو چکا ہے۔ دینی اور فقہی امور میں راہنمائی کے لئے دار الافتاء اور تنازعات کے نپٹانے کے لئے دار القضاء کا نظام ہے۔ نظام خلافت کے بعد سب سے اہم مشاورتی ادارہ مجلس شوریٰ کے نام سے ساری دنیا میں قائم ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں تعلیمی اور طبّی میدانوں میں خدمت کے لئے نصرت جہاں سکیم جاری ہے۔ مالی امور کی نگرانی کے لئے بیت المال کا نظام ہر سطح پر مضبوط اور مستحکم ہے۔ جماعت کے اندر مردوں اور عورتوں کی دینی تعلیم و تربیت کی نگرانی اور ترقی کے لئے انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کی الگ الگ ذیلی تنظیمیں موجود ہیں جو براہ راست خلیفہ وقت کی نگرانی میں کام کرتی ہیں۔ اسکے علاوہ اس منظّم نظام جماعت کے اندر متعدد ادارے قائم ہیں جو اپنے اپنے دائرہ کار میں مختلف تعلیمی، تربیتی، اشاعتی اور رفاہی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

یہ ایک بہت ہی اجمالی اور نا تمام خاکہ ہے اس عظیم الشان نظامِ جماعت کا جو جماعت احمدیہ میں قائم ہے۔ یہ ایک مکمل انتظامی، تربیتی اور روحانی نظام ہے جو اس دور میں خلافتِ راشدہ احمدیہ کے ذریعہ دنیا کو عطا ہوا ہے جس کی کوئی مثال سارے عالم اسلام میں بلکہ ساری دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ یہ نظام اپنی ذات میں صداقت احمدیت کا ایک زندہ نشان ہے۔ یہ اسکی پہچان بھی ہے اور اسکی غیر معمولی عالمگیر ترقیات کی جان بھی۔

اختلافی مسائل میں صحیح فیصلہ

حدیث نبوی میں مذکور الفاظ حَكَماً عَدَلاً کے مطابق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے مسلمانوں کے مابین اختلافی مسائل میں اللہ تعالیٰ سے علم فرما کر صحیح فیصلہ فرمایا۔ آپ نے مسلمانوں کو صحیح اسلامی عقائد کا عرفان عطا کیا۔ غلطیوں سے آگاہ کیا اور مختلف امور کے بارہ میں ان کی غلطیوں کی اصلاح کی نیز عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا کہ دراصل یہی سچے اسلامی عقائد ہیں۔ عقائد کی اصلاح کے میدان میں جماعت نے دنیا کو جو فیضان عطا کیا اسکی تفصیل بہت لمبی ہے۔ چند امور کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مسلمانوں میں ایک بہت ہی خوفناک اور بے بنیاد یہ عقیدہ راہ پا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ آج بھی آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوکر امت محمدیہ کو ہولناک خطرات سے بچائیں گے اور ان کے نجات دہندہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ آنحضرت ﷺ کی ارفع شان سے متصادم اور سخت گستاخی کا موجب ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ رسول پاک ﷺ تو مشکلات کی چکی میں پستے رہے۔ شعب ابی طالب کا واقعہ ہو یا ہجرت مدینہ کا۔ طائف کا سفر ہو یا غزوہ احد اور حنین کا موقع۔ ان سب مواقع پر اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ آپؐ کی تو مدد اور دستگیری نہ کی اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مشکل کی گھڑی آئی تو خدا تعالیٰ کی محبت اور قدرت جوش میں آگئی اور حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ وہ اب تک زندہ ہے اور جب آخری زمانہ میں امت مسلمہ ہر طرف سے حملوں کی زد میں ہوگی، جب دجالی طاقتیں ہر طرف سے اس پر چڑھ دوڑیں گی تو اس وقت یہی اسرائیلی نبی ان کے لئے نجات دہندہ کے طور پر آئے گا۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس کو لیکر عیسائی آنحضرت ﷺ کے مقابل پر حضرت مسیح ناصریؑ کی فضلیت ثابت کرتے اور مسلمان اس خود ساختہ غلط عقیدہ کی بناء پر کچھ بھی جواب دینے کے قابل نہ تھے۔

احمدیت آئی اور اس نے اس غلط عقیدہ سے عالَم اسلام کو نجات بخشی۔ حضرت مسیح موعود علیہ اسلام نے دنیا پر واضح کیا کہ حیات مسیح کے عقیدہ کا قرآن مجید اور مستند احادیث میں کہیں کوئی ذکر نہیں بلکہ قرآن مجید کی ۳۰ آیات اور بے شمار احادیث سے ان کی طبعی موت ثابت ہوتی ہے۔ عقلی طور پر بھی حیاتِ مسیح کا عقیدہ صفات باری سے متصادم، شرک پیدا کرنے والا اور رسول اکرم ﷺ کی شان اقدس کو گرانے والا عقیدہ ہے۔ تاریخی شواہد اور زمانہ حال کے انکشافات سے بھی وفات عیسیٰؑ کی تائید ہوتی ہے۔ احمدیت نے دنیا کو یہ نوید سنائی کہ آج امت مسلمہ اپنی اصلاح اور راہنمائی کے لئے کسی غیر قوم کے نبی کی محتاج نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آج ہر امت اور ساری انسانیت اپنی اصلاح کے لئے امت محمدیہ کی محتاج ہے۔ پس خوشی سے اچھلو اور سجدات شکر بجا لاؤ کہ آج غلامانِ محمدؐ میں سے ایک جلیل القدر روحانی فرزند کو اللہ تعالیٰ نے غلام احمدؑ کے طور پر بھیجا ہے جو اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفی ﷺ کے نقوشِ پا کی برکت سے امام الزماں بنایا گیا۔ دیکھو اور سنو اور دنیا کو بتا دو کہ ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے

جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

ختم نبوت کا حقیقی مفہوم

فیضان ختم نبوت کے بارہ میں بھی مسلمانوں میں غلط فہمی پائی جاتی تھی اور آج بھی بکثرت یہی عقیدہ مسلمانوں میں پایا جاتا ہے کہ جس وجود کو خدا تعالیٰ نے ساری کائنات کے لئے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا اس نے آ کر رحمت کو عام کرنے کی بجائے خدائی رحمت کے اعلیٰ ترین چشمۂ نبوت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے بند کر دیا۔ گویا جس نعمت کا وعدہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کو ایک بشارت کے رنگ میں دیا تھا اس کا دروازہ کلیۃً بند اور مسدود کر دیا گیا۔ کیا اس سے زیادہ بھیانک اور خطرناک اور رسول پاک ﷺ کی ارفع و اعلیٰ شان سے متصادم کوئی اور عقیدہ بھی تصور میں آ سکتا ہے؟ خاتم النبیین کے حقیقی مفہوم کو سمجھے بغیر لفظوں کے فقیر مسلمانوں نے اپنے غلط تصورات کے نتیجہ میں عیسائیوں کو رحمتِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بد زبانی کے مواقع خود فراہم کئے لیکن افسوس کہ ان کی غیرت و حمیت بیدار نہ ہوئی اور نہ انہیں غور و فکر اور تدبر کرنے کی توفیق ملی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ ختم نبوت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا کے ہر نبی سے افضل و اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہیں۔ کل عالم کی نجات آپ کے دامن سے وابستہ ہے اور آپ کا فیضان قیامت تک جاری و ساری ہے۔ اب ہر روحانی انعام اور برکت آپ کی غلامی سے مشروط کر دی گئی ہے۔ جو پائے گا آپ کے وسیلہ سے پائے گا اور جو اس در سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا:

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی‘‘

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء جلد ۱۲، سراج منیر صفحہ ۸۰)

نیز فرمایا:

’’اللہ جلّ شانہ) نے آنحضرت ﷺ کو صاحبِ خاتَم بنایا۔ یعنی آپ کو اِضافۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی‘‘

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء جلد ۲۲، حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۰ حاشیہ)

قرآن مجید کا ارفع مقام

قرآن کریم کی عظیم الشان نعمت امتِ مسلمہ کو عطا کی گئی۔ لیکن افسوس کہ احمدیت کے ظہور کے وقت علم و معرفت اور ہدایت کی سرچشمہ یہ کتاب محض ایک سربستہ کتاب بن کر رہ گئی۔ اسے پرانے قصوں کی کتاب کہا جانے لگا۔ بعضوں نے حدیثِ رسول کو قولِ خدا پر ترجیح دینی شروع کر دی۔ کتنی بدنصیبی کہ جو کتاب معارف کا خزانہ اور ھدًی للناس بنائی گئی تھی قدر ناشناس مسلمان اسکی عظمت اور برکتوں سے کلیتہً بے بہرہ ہو گئے۔ ایسے وقت میں احمدیت آئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا اور آپ نے قرآن مجید کے حقیقی حسن و جمال سے دنیا کو آگاہ کیا۔ آپ نے قرآن مجید کو ایک زندہ کتاب کے طور پر پیش کیا۔ آپ نے نسخِ قرآن کے عقیدہ کا بطلان قوی دلائل سے کیا اور ثابت کیا کہ اس عظیم کتاب کا ایک ایک لفظ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کا ایک شعشہ قیامت تک منسوخ یا تبدیل نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب علوم و معارف کا خزانہ اور کل دنیا کی نجات کا سرچشمہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

’’یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں‘‘۔ (روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء جلد ۱۰، اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹)

آپ نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ‘‘۔

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء جلد ۱۹، کشتی نوح صفحہ ۱۵)

قرآن مجید سے سچی محبت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

’’حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو‘‘۔

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء جلد ۱۹، کشتی نوح صفحہ ۲۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام نے قرآن مجید کی ایسی عظیم الشان خدمت کی، گراں قدر رموز معرفت بیان فرمائے اور اپنی جماعت میں خدمتِ قرآن اور عشق قرآن کا ایسا جذبہ پیدا کیا کہ غیروں نے بھی برملا اس کا اعتراف کیا۔ ایک معزز غیر احمدی صحافی میاں محمد اسلم نے مرکز احمدیت قادیان جا کر جو کچھ دیکھا اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’قرآن مجید کے متعلق جس قدر صادقانہ محبت اس جماعت میں میں نے قادیان میں دیکھی، کہیں نہیں دیکھی......احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا......جس طرف نظر اٹھتی تھی قرآن ہی قرآن نظر آتا تھا۔ غرض قادیان کی احمدی جماعت......ایسی جماعت ہے جو دنیا میں عملاً قرآن مجید کی خالصۃً للہ پیرو اور اسلام کی فدائی ہے‘‘

(بحوالہ البدر قادیان، ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء جلد ۱۳ نمبر ۲ صفحہ ۶ تا ۹)

احمدی سینوں میں قرآن مجید کی اس سچی محبت کا ایک ایمان افروز نمونہ اس عاجز نے لندن میں یہ دیکھا کہ ہمارے ایک انگریز مخلص احمدی داؤد سمرز مرحوم نے ستر سال کی عمر میں سچی محبت اور عقیدت سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور دس سپاروں سے اپنے دل کو منور کر چکے تھے کہ ان کو آخری بلاوا آ گیا!

الغرض احمدیت نے غلط عقائد کی بیخ کنی کرتے ہوئے دنیا کو ان سچے عقائد و نظریات سے روشناس کرایا جو خدا تعالیٰ کی عظمت، اسلام کی شوکت اور رسول خدا ﷺ کی بلند شان کو ثابت کرنے والے تھے۔ اس طرح زمانہ کے حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے چہرہ کو سب داغوں سے پاک و صاف کر دیا اور آپ کا مقصدِ بعثت بتمام و کمال پورا ہوا۔ آپ نے فرمایا تھا:

’’خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ ﷺ ہے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء جلد سوم صفحہ ۲۶۷، اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء)

ان تین بنیادی امور کے علاوہ احمدیت نے مسلمانوں میں مروجہ جن غلط عقائد کی اصلاح کی اور مسلمانوں کو صراط مستقیم کی راہ دکھائی ان میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد، دجال کی حقیقت، جہاد کا صحیح اسلامی تصور، توحید حقیقی، قرآن و حدیث کا مقام و مرتبہ وغیرہ بے شمار امور ہیں جن کا تفصیلی ذکر جماعتی لٹریچر میں موجود ہے۔

روحانی خزائن

آیت کریمہ: ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (سورۃ الصّف آیت ۱۰) کے مطابق یہ مقدر تھا کہ آنے والا موعود اسلام کو دیگر ادیان پر غلبہ عطا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ یہ پیشگوئی بڑی عظمت اور شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس کا ایک شاندار نمونہ جلسہ اعظم مذاہب تھا جو لاہور میں ۱۸۹۶ء میں منعقد ہوا۔ اس میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے مقررہ پانچ سوالوں کے جواب میں اسلامی اصول کی فلاسفی اس خوبصورتی سے بیان فرمائی کہ سب نے اس بات کا برملا اقرار کیا کہ یہ مضمون سب پر بالا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جناب سے علوم و معارف عطا فرمائے اور ان کے بیان کرنے کا انتہائی دلکش اور مؤثر انداز بھی سکھایا۔ آپ کے الفاظ میں ایسی غیر معمولی تاثیر ہے کہ دلوں کو تسخیر کرتی چلی جاتی ہے۔ اس بات کا اعتراف مخالفین نے بھی کیا اور آپ کی وفات پر امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے تو آپ کو ایک فتح نصیب جرنیل قرار دیا۔

آپ کو عطا ہونے والا یہ علم کلام دراصل وہ آسمانی حربہ ہے جو باطل کے سب قلعوں کو مسمار کرتا چلا جاتا ہے اسکی لاثانی تاثیرات کا یہ عالم ہے کہ آپ کے وصال کے بعد بھی یہ لازوال علمِ کلام غلبۂ اسلام کا ایک کامیاب ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔ معارف کے اس سمندر سے احمدی مبلغین تو فائدہ اٹھاتے ہی ہیں غیر احمدی علماء بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو اپنے بیانات اور تحریرات میں بکثرت استعمال کرتے ہیں مگر حوالہ دینے کی جرأت نہیں رکھتے۔ یہ ہے وہ زبردست علمِ کلام جو احمدیت نے دنیا کو دیا۔ جو ہر میدانِ مقابلہ میں فتح کی ضمانت ہے۔ بالخصوص عیسائیت کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل تو گویا ایسے پتھر ہیں جن کا جواب وہ ہرگز نہیں دے سکتے۔ رسول پاک ﷺ نے آنے والے موعود کا ایک کام کسر صلیب بیان فرمایا تھا۔ اس کا شاندار ظہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اور بعد کے ہر زمانہ میں بڑی شان سے نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے باطل شکن دلائل سے پادری لیفرائے کو ایسا لاجواب کیا کہ مولوی نور محمد صاحب نے تسلیم کیا کہ آپ نے تو ’’ہندوستان سے لیکر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دیدی‘‘۔

(دیباچہ معجز نما کلاں قرآن شریف مترجم مطبوعہ ۱۹۳۴ء صفحہ ۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو جو روحانی خزائن عطا فرمائے وہ ۹۰ سے زائد کتب کی صورت میں شائع شدہ ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے خلفائے کرام نے اس سلسلہ کو جاری رکھا اور پر معارف کتب کی صورت میں نئے سے نئے علوم دنیا کو عطا کرتے رہے۔ علمائے سلسلہ نے بھی اس شیریں چشمہ سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے عظیم الشان تصانیف کا تحفہ دنیا کو دیا۔ ۵۷ تراجمِ قرآن کی اشاعت، تفاسیر القرآن، احادیث کی تشریحات، مختلف اسلامی موضوعات پر تصانیف اور مسائلِ حاضرہ کے موضوعات پر کتب کی اشاعت، دنیا بھر کی زبانوں میں ان کتب کے تراجم، مرکز سلسلہ کے علاوہ مختلف ممالک سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل۔ یہ سب احمدیت کے علمی و روحانی فیضان کے دھارے ہیں جو ہر سمت تیزی سے بہتے چلے جا رہے ہیں۔ علوم و معارف کی یہ عظیم دولت ہے جو احمدیت نے دنیا کو عطا کی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

’’جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارفِ الٰہی کے خزانے ہیں جن کو بفضلہٖ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے‘‘۔

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء جلد ۳ صفحہ ۵۶۶، ازالہ اوہام)

یہ ارشاد پڑھتے ہوئے ذہن فوراً اس حدیث نبوی کی طرف چلا جاتا ہے جس میں یہ پیشگوئی مذکور ہے کہ یُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلُهٗ اَحَدٌ۔ (بخاری کتاب بدء الخلق ، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیهما السلام)

کہ آنے والا مسیح اس قدر مال تقسیم کرے گا کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔ آج یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہو چکی ہے۔ مسیح محمدی نے علوم و عرفان کے خزانے پانی کی طرح بہا دیئے اور دنیا کو سیراب و شاداب کر دیا۔ آپ نے کیا خوب فرمایا:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

خدمت کے میدان میں سرگرم عمل

احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟ سوال یہ ہے کہ نیکی اور خوبی کے میدان میں وہ کون سی چیز ہے جو جماعت احمدیہ نے دنیا کو نہیں دی؟ کسی قوم یا جماعت کی دولت تو اس کے افراد ہوتے ہیں جن کے مجموعہ سے جماعت

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

تنگی ترشی کے حالات بھی ہوں تو خدا سے شکوہ نہیں کرنا، خدا کا فضل مانگنا ہے اور راضی برضا رہنا ہے۔
سگریٹ پینے والے کو چاہئے کہ وہ اس کے مضر اثرات کی وجہ سے سگریٹ نوشی ترک کر دے۔

(شرائط بیعت حضرت مسیح موعودؑ پر عمل پیرا ہونے کے بعد عظیم روحانی تبدیلیوں کا روح پرور بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۱۰/اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۰/اخاء ۱۳۸۲ہجری شمسی بمقام ''مسجد بیت الفتوح''مورڈن-لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

گزشتہ جمعہ سے پہلے جمعہ کے خطبے میں مَیں یہ بیان کر رہا تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی جماعت میں ان دس شرائط بیعت پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرتے ہوئے شامل ہونے کے بعد احمدیوں میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ کچھ واقعات پیش کئے تھے اب اسی مضمون کو مزید آگے بڑھاتا ہوں۔

پانچویں شرط میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے یہ عہد لیا تھا کہ تم پر تنگی، ترشی، بلا، مصیبت، ذلت ورسوائی کے جیسے مرضی حالات ہو جائیں کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہیں کرنا۔ ہاں اس کے فضل مانگتے رہنا ہے لیکن یہ وعدہ کرتے ہوئے کہ اس کی رضا پر ہمیشہ راضی رہوں گا۔ تو اس کے چند عملی نمونے مَیں پیش کرتا ہوں۔

سب سے پہلے تو حضرت خلیفة المسیح الاول ؓ کا نمونہ ہے۔ اگست ۱۹۰۵ء کو آپ کے صاحبزادے عبدالقیوم چند دن خسرہ میں مبتلا رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ اور اس وقت ان کی عمر قریباً دو سال تھی ۔حضرت خلیفة المسیح الاولؓ نے جو نمونہ دکھایا وہ یہ ہے کہ آپؓ نے سنت نبوی کی متابعت میں پہلے بچے کو بوسہ دیا اس پر آپ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور فرمایا: ''مَیں نے بچہ کا منہ اس واسطے نہیں کھولا تھا کہ مجھے کچھ گھبراہٹ تھی بلکہ اس واسطے کہ آنحضرت ﷺ کا بیٹا ابراہیم جب فوت ہوا تھا تو آنحضرتؐ نے اس کا مونہہ چوما تھا اور آپ کے آنسو بہہ نکلے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدح کی اور فرمایا کہ جدائی تو تھوڑی دیر کے لئے بھی پسند نہیں ہوتی مگر ہم خدا کے فضلوں پر راضی ہیں۔ اسی سنت کو پورا کرنے کے واسطے مَیں نے بھی اس کا منہ کھولا اور چوما۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور خوشی کا مقام ہے کہ کسی سنت کے پورا کرنے کا موقع عطا ہوا''۔

یہ تو خیر اس شخص کا عمل ہے جس کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ اُمت نورِ دیں بودے   ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

کہ کیا ہی اچھا ہوا گر قوم کا ہر فرد نورِ دین بن جائے مگر یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے جب ہر دل یقین کے نور سے پُر ہو۔

پھر ایک مثال ہے مکرم حضرت چوہدری نصراللہ خان صاحبؓ کی۔ چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ''ہمارے ایک بھائی عزیزم چوہدری شکراللہ خان صاحبؓ مرحوم سے چھوٹے عزیزم چوہدری عبداللہ خان صاحبؓ (مرحوم) سے بڑے تھے جن کا نام حمیداللہ خان تھا۔ وہ آٹھ نو سال کی عمر میں چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ ان کی وفات فجر کے وقت ہوئی۔ والد صاحب تمام رات ان کی تیمارداری میں مصروف رہے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور دفن سے فارغ ہو کر عدالت کھلنے پر حسب دستور عدالت میں اپنے کام پر حاضر ہو گئے۔ نہ موکلوں میں سے کسی کو احساس ہوا، اور نہ افسر عدالت یا آپ کے ہم پیشہ اصحاب میں سے کسی کو اطلاع ہوئی کہ آپ اپنے ایک لخت جگر کو سپرد خاک کر کے اپنے مولا کی رضا پر راضی اور شاکر اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے حسب معمول کمربستہ حاضر ہو گئے ہیں۔

(اصحاب احمد جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۵-۱۶۶)

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اہلیہ اور تین بچوں کی وفات ادھر مخالفوں نے اور بھی شور مچا دیا تھا۔ آبروریزی اور طرح طرح کے مالی نقصانوں کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ غریب خانہ میں نقب زنی کا معاملہ بھی ہوا۔ اب تمام مصیبتوں میں یکجائی طور پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ عاجز راقم کسی قدر بلیہ دل دوز سینہ سوز میں مبتلا رہا اور یہ سب الٰہی آفات و مصائب کا ظہور ہوا جس کی حضورؑ نے پہلے سے ہی مجمل طور پر خبر کر دی تھی۔ اسی اثناء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازراہ نوازش تعزیت کے طور پر ایک تسلی دہندہ چٹھی بھیجی۔ وہ بھی ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی جو پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ لکھا تھا کہ واقع میں آپ کو سخت ابتلا پیش آیا۔ یہ سنت اللہ ہے تا کہ وہ اپنے مستقیم الحال بندوں کی استقامت لوگوں پر ظاہر کرے اور تا کہ صبر کرنے سے بڑے بڑے اجر بخشے۔ خدا تعالیٰ ان تمام مصیبتوں سے مخلصی عنایت کر دے گا۔ دشمن ذلیل و خوار ہوں گے جیسا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی ڈوبتی کشتی کو تھام لیا۔ ایسا ہی اس جگہ ہو گا۔ ان کی بددعائیں آخر ان پر پڑیں گی۔ سو بارے الحمدللہ کہ حضورؑ کی دعا سے ایسا ہی ہوا۔ عاجز ہر حال میں استقامت و صبر میں بڑھتا گیا۔

(اصحاب احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲-۱۳)

حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا نمونہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابتداء میں جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو حضور لیکچر دینے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جا رہے تھے اور دیگر احباب بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ گلی سے گزرتے ہوئے کسی نے ازراہ شرارت کوٹھے پر سے راکھ کی ٹوکری پھینک دی۔ حضور تو خدا کے فضل سے بچ گئے کیونکہ آپ گزر چکے تھے۔ ٹوکری کی راکھ والد صاحب کے سر پر پڑی۔ (یہ ان کے بیٹے بیان کر رہے ہیں)۔ بس پھر کیا تھا بوڑھا آدمی، سفید ریش، لوگوں کے لئے تماشا بن گیا۔ چونکہ آپ کو حضرت صاحب سے والہانہ اور عاشقانہ محبت تھی۔ بس پھر کیا تھا اسی جگہ کھڑے ہو گئے اور ایک حالت وجد طاری ہو گئی اور نہایت بشاشت سے کہنا شروع کیا: ''پا مایئے پا، پا مایئے پا''۔ یعنی مائی یہاں ڈالو یہاں۔ فرماتے تھے شکر ہے خدا کا کہ حضرت صاحب کے طفیل یہ انعام حاصل ہوا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے۔ حضرت صاحب جب سیالکوٹ سے واپس آئے تو خدام آپ کو گاڑی پر چڑھانے کے بعد واپس گھروں کو جا رہے تھے تو یہ کسی وجہ سے اکیلے پیچھے رہ گئے۔ تو مخالفوں نے پکڑ لیا اور نہایت ذلت آمیز سلوک کیا۔ یہاں تک کہ منہ میں گوبر ڈالا۔ مگر والد صاحب اسی ذلت میں عزّت اور اسی دکھ میں راحت محسوس کرتے تھے۔ اور بار بار کہتے تھے ''برہانیا، ایہہ نعمتاں کیتھوں''۔ یعنی اے برہان الدین! یہ نعمتیں کہاں میسر آ سکتی ہیں۔ یعنی دین کی خاطر کب کوئی کسی کو دکھ دیتا ہے۔ یہ تو خوش قسمتی ہے۔

(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ، ستمبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۴-۱۵)

حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بارہ میں حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب (یعنی آپ کے بیٹے) تحریر فرماتے ہیں کہ: 'احمدیت قبول کرنے کے بعد مالی حالت کا یہ حال تھا کہ مہینوں اس ارزانی کے زمانہ میں ہم گھر والوں نے کبھی گھی کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ ایندھن خریدنے کی بجائے شیشم کے خشک پتے جلایا کرتے تھے۔ مگر خشک پتوں سے ہانڈی نہیں پکتی۔ اس لئے پہلے دال کو گھر ہی میں بھون لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اسے پیس لیتے تھے۔ اب ہانڈی میں پانی، نمک، مرچ ڈال کر نیچے پتے جلانے شروع کرتے۔ جب پانی جوش کھاتا تو وہ بھنی اور پسی ہوئی دال ڈال دیتے۔ یہ ہماری ترکاری ہوتی جس سے روٹی کھاتے'۔

'عام طور پر جوار، باجرہ اور گیہوں کی روٹی کبھی کبھار۔ بجائے گھی کے تلوں کا تیل استعمال ہوتا

تھا۔ساگ کی بجائے درختوں کی کونپلیں ساگ کے طور پر پکا کر کھاتے تھے۔لباس پرانے زمانہ کے زمینداروں کا تھا نہ کہ مولویوں کا'۔ کہتے ہیں کہ 'دراصل والدہ صاحبہ کو حضرت صاحب سے مل کر ایک عشق اور محبت، شوق اور جوش پیدا ہو گیا تھا اور اس عشق و محبت اور وارفتگی کی وجہ سے آپ کو اپنے آرام و آسائش اور خوراک کی قطعاً پرواہ نہ تھی۔بس ایک ہی دھن تھی کہ جو عشق کی آگ ان کے اندر تھی وہی عشق الٰہی ،محبت رسول اور حضرت صاحب کا عشق لوگوں کے دلوں میں لگا دوں۔اور بس ہر وقت یہی خیال، یہی جذبہ، یہی عشق، یہی غم اور یہی فکر کہ کس طرح احمدیت پھیل سکتی ہے۔کھانے کی نہ پینے کی نہ پہننے کی پرواہ۔جس طرح مَیں نے اور میری والدہ نے ان حالات میں وقت گزارا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔باوجود اس قدر تنگ دستی اور ناداری کے خودداری اور صبر اور استقلال کی ایک مضبوط چٹان تھے۔اور دین کے معاملہ میں ایسے غیور کہ کوئی لالچ اور کسی قسم کا دوستانہ اور رشتہ دارانہ تعلق درمیان میں حائل نہیں ہو سکا، الحمدللہ ثم الحمدللہ۔اور ہماری بھی ایسے ماحول میں پرورش ہوئی کہ دنیا اور مافیہا ہماری نظروں میں ہیچ۔اس استغناء کو دیکھ کر آخر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب مولوی صاحب کو تنخواہ دیتے ہیں۔

(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ، ستمبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۱۔۱۲)

حضرت ام المومنینؓ کا بے مثال صبر کا نمونہ جس کی مثال نہیں ملتی۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات کے وقت حضرت ام المومنینؓ نے بجائے دنیادار عورتوں کی طرح رونے چیخنے اور بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنے کے صرف اللہ تعالیٰ کے حضور گر کے سجدہ میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دعائیں مانگنے کا پاک نمونہ دکھایا۔جب اخیر میں یٰسٓ پڑھی گئی اور حضورؑ کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی تو حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور بس خاموش ہو گئیں کسی قسم کا جزع فزع نہیں کیا۔اندر بعض مستورات نے رونا شروع کیا آپ نے ان عورتوں کو بڑے زور سے جھڑک دیا اور کہا میرے تو خاوند تھے میں نہیں روتی تم رونے والی کون ہو۔یہ صبر واستقلال کا نمونہ ایک ایسی پاک عورت سے جو ناز و نعمت میں پلی ہو اور جس کا ایسا روحانی بادشاہ اور ناز اٹھانے والا مقدس خاوند انتقال کر جائے،ایک زبردست اعجاز تھا۔(تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۵۴۷)

پھر بچوں کو بھی یہی نصیحت کی کہ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا باپ تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ کر گیا بلکہ دعاؤں کا ایک بڑا عظیم خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں جو وقت پر تمہارے کام آتا رہے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چاہتے تھے کہ آپ کی جماعت میں شامل ہونے والا ہر شخص قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنے والا ہو اور کم از کم عمل کرنے کی کوشش کرنے والا ہو،اس کو ماننے والا ہو۔ اگر ایک حکم کو بھی نہیں مانتا تو فرمایا کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔آپ چاہتے تھے کہ آپ کے ماننے والے دنیا کی رسموں سے بالا ہو کر دنیا کے لالچوں اور فضول رسموں سے بچنے والے ہوں۔اور انہی اعمال کو بجا لانے کی کوشش کرنے والے ہوں جن کا خدا اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔اور خدا کے رسول نے وہی حکم دیا ہے جو خدا کا قرآن میں حکم ہے۔تبھی تو جب کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا تھا کہ ہمیں آنحضرت ﷺ کے خُلق کے بارہ میں بتائیں تو آپؓ نے فرمایا کیا قرآن نہیں پڑھتے۔جو قرآن میں خُلق بیان ہوئے ہیں وہی آنحضرت ﷺ کے خُلق تھے۔اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مَیں تو اپنے آقا اور مطاع کی پیروی کرتا ہوں اور قرآن کے ہر حکم کو اپنا دستورالعمل قرار دیتا ہوں۔تم بھی اگر ایسی اتباع کرنے کی کوشش کرو گے تو میری جماعت میں شمار ہو گے اور بیعت کرنے کے بعد پھر اس کے نمونے بھی جماعت نے دکھائے۔

سب سے پہلے ایک خاتون کا نمونہ یہاں پیش کرتا ہوں۔یہ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ کی والدہ تھیں۔ان کے بھانجے چوہدری بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔انہوں نے چوہدری صاحب کو بیان کیا،چوہدری صاحب نے یہ لکھا ہے یہاں کہ والدہ صاحبہ کو بدعات رسوم سے کس قدر نفرت تھی اس کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میری شادی کا موقعہ تھا (چوہدری بشیر صاحب کی)۔ نکاح کے بعد مجھے زنانہ میں بلایا گیا۔مَیں نے دیکھا کہ جیسے دیہات میں رواج ہے دو نشستوں کا ایک دوسرے کے مقابل انتظام کیا گیا ہے اور مجھ سے توقع کی جا رہی ہے کہ مَیں ایک نشست پر بیٹھ جاؤں اور دوسری پر دلہن کو بٹھا دیا جائے۔اور بعض رسوم ادا کی جائیں جنہیں پنجابی میں بیڑ گھوڑی کھیلنا کہتے ہیں۔ مَیں دل میں گھبرایا۔لیکن پھر مَیں نے خیال کیا کہ اس وقت عورتوں کے ساتھ بحث اور ضد مناسب نہیں اور مَیں اس نشست پر جو میرے لئے تجویز کی گئی تھی بیٹھ گیا اور ان اشیاء کی طرف جو اس رسم کے لئے مہیا کی گئی تھیں ہاتھ بڑھایا۔اتنے میں ممانی صاحبہ (یعنی چوہدری صاحب کی والدہ نے) میرا ہاتھ کلائی سے مضبوط پکڑ کر پیچھے ہٹا دیا اور کہا: نہ بیٹا یہ شرک کی باتیں ہیں۔اس سے مجھے بھی حوصلہ ہو گیا،مَیں نے ان اشیاء کو اپنے ہاتھ کے ساتھ بکھیر دیا اور کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ مَیں ان رسوم میں شامل نہیں ہوں گا اور اس طرح میری مخلصی ہوئی۔

آج بھی عورتوں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔صرف اپنے علاقہ کی یا ملک کی رسموں کے پیچھے نہ چل پڑیں۔بلکہ جہاں بھی ایسی رسمیں دیکھیں جن سے ہلکا سا بھی شائبہ شرک کا ہوتا ہو ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اللہ کرے تمام احمدی خواتین اسی جذبہ کے ساتھ اپنی اور اپنی نسلوں کی تربیت کرنے والی ہوں۔ہمارے ملکوں میں، پاکستان اور ہندوستان وغیرہ میں مسلمانوں میں بھی یہ رواج ہے کہ لڑکیوں کو پوری جائداد نہیں دیتے۔پوری کیا، دیتے ہی نہیں۔خاص طور پر دیہاتی لوگوں میں، زمینداروں میں۔اس کا ایک نمونہ ہے، چوہدری نصراللہ خان صاحب کا۔ چوہدری صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری ہمشیرہ صاحبہ مرحومہ کو اس زمانہ کے رواج کے مطابق والد صاحب نے ان کی شادی کے موقع پر بہت سارا جہیز دیا اور پھر آپ نے یہ وصیت بھی کر دی کہ آپ کا ورثہ شریعت محمدی کے مطابق تقسیم بھی ہو گا،لڑکوں میں بھی اور لڑکیوں میں بھی۔چنانچہ اس کے مطابق ان کی وفات کے بعد ان کی بیٹی کو بھی شریعت کے مطابق حصہ دیا گیا۔

ایک واقعہ ہے: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۲ء میں جالندھر تشریف لے گئے تھے۔حضور کی رہائش بالائی منزل پر تھی۔کسی خادمہ نے گھر میں حقہ رکھا اور چلی گئی اسی دوران حقہ گر پڑا اور بعض چیزیں آگ سے جل گئیں۔حضور نے اس بات پر حقہ پینے والوں سے ناراضگی اور حقہ سے نفرت کا اظہار فرمایا۔یہ خبر نیچے احمدیوں تک پہنچی جن میں سے کئی حقہ پیتے تھے اور ان کے حقے بھی مکان میں موجود تھے۔انہیں جب حضور کی ناراضگی کا علم ہوا تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دیئے اور حقہ پینا ترک کر دیا۔جب عام جماعت کو بھی معلوم ہوا کہ حضور حقہ کو ناپسند فرماتے ہیں تو بہت سے باہمت احمدیوں نے حقہ ترک کر دیا۔(اصحاب احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۷ ایکے از ۳۱۳)

مرزا احمد بیگ صاحب ساہیوال بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود نے ایک دفعہ میرے ماموں مرزا غلام اللہ صاحب سے فرمایا کہ مرزا صاحب دوستوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ماموں صاحب خود حقہ پیتے تھے انہوں نے حضور سے عرض کیا بہت اچھا حضور۔گھر آ کر اپنا حقہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اسے توڑ دیا۔ممانی جان نے سمجھا کہ آج شاید حقہ دھوپ میں پڑا رہا ہے اس لئے یہ فعل ناراضگی کا نتیجہ ہے لیکن جب ماموں نے کسی کو کچھ بھی نہ کہا تو ممانی صاحبہ نے پوچھا آج حقے پہ کیا ناراضگی آ گئی تھی؟ فرمایا مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اور میں خود حقہ پیتا ہوں اس لئے پہلے اپنے حقہ کو توڑا ہے۔چنانچہ ماموں صاحب نے مرتے دم تک حقے کو ہاتھ نہ لگایا اور دوسروں کو بھی حقہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے۔

(سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۳۴)

آج کل یہی برائی ہے حقہ والی جو سگریٹ کی صورت میں رائج ہے۔تو جو سگریٹ پینے والے ہیں ان کو کوشش کرنی چاہئے کہ سگریٹ چھوڑیں۔کیونکہ چھوٹی عمر میں خاص طور پر سگریٹ کی بیماری جو ہے وہ آگے سگریٹ کی کئی قسمیں نکل آئی ہوئی ہیں جن میں نشہ آور چیزیں ملا کر پیا جاتا ہے۔تو وہ نوجوانوں کی زندگی برباد کرنے کی طرف ایک قدم ہے جو دجال کا پھیلایا ہوا ہے اور بدقسمتی سے مسلمان ممالک بھی اس میں شامل ہیں۔بہرحال ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ کوشش کریں کہ سگریٹ نوشی کو ترک کریں۔

حضرت منشی برکت علی خاں صاحب صحابی حضرت اقدس شملہ میں ملازم تھے۔احمدی ہونے سے پہلے انہوں نے ایک لاٹری ڈالی ہوئی تھی وہ لاٹری نکلی تو ساڑھے سات ہزار کی رقم ان کے حصے میں آئی۔(اس زمانہ میں)۔انہوں نے حضور سے پوچھا تو حضور نے اسے ؤ اقرار دیا اور فرمایا اپنی ذات میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں۔حضرت منشی صاحب نے وہ ساری رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔

(اصحاب احمد جلد ۳ ص ۳۳)

تو یہی آج کل یہاں یورپ میں رواج ہے،مغرب میں رواج ہے لاٹری کا کہ جو لوگ لاٹری ڈالتے ہیں اور ان کی رقمیں نکلتی ہیں وہ قطعاً ان کے لئے جائز نہیں بلکہ حرام ہیں۔اسی طرح جس طرح جوئے

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

کی رقم حرام ہے۔اول تو لینی نہیں چاہئے اور اگر غلطی سے نکل بھی آئی ہے تو پھر اپنے پر استعمال نہیں ہوسکتی۔

ایک واقعہ یہیں آپ کے ملک انگلستان کا محترم بشیر آرچرڈ صاحب کا ہے جنہوں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا کیں اور اس کے بعد اپنی زندگی وقف کی۔ ۱۹۴۴ء میں احمدی ہوئے تھے اور قادیان میں کچھ عرصہ دینی تعلیم حاصل کی اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اپنی زندگی وقف کردی۔ اور اس کے بعد ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا۔ عبادات الٰہی اور دعاؤں میں بے انتہا شغف پیدا ہوگیا۔ ان کے قادیان کے پہلے دورہ کا سب سے پہلا ثمرہ ترک شراب نوشی تھا۔ شراب بہت پیا کرتے تھے۔ فوری طور پر انہوں نے پہلے شراب ترک کی۔ انہوں نے جوئے اور شراب نوشی سے توبہ کر لی اور اوران دونوں چیزوں سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کشی اختیار کی، ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔

(الفضل ۱۰/جنوری ۱۹۷۸ء ،عظیم زندگی صفحہ ۸۔۹)

اس زمانہ میں بھی، آج کل بھی چند سال پہلے بعض احمدی یہاں بھی، جرمنی وغیرہ میں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی ایسے کاروبار جن میں ریستورانٹ میں، ہوٹلوں میں جہاں شراب کا کاروبار ہوتا تھا۔ حدیث کے مطابق شراب کشید کرنے والا، شراب پلانے والا، شراب بیچنے والا، رکھنے والا، ہر قسم کے لوگوں کو کہا گیا کہ یہ جہنمی ہیں اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو بھی احمدی اس کاروبار میں ملوث ہیں ان کو فوری طور پر یہ کاروبار ترک کردینا چاہئے ورنہ ان کے خلاف سخت نوٹس لیا جائے گا۔ تو خود ہی حضور ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی بھاری تعداد نے اس کاروبار کو ترک کردیا۔ اور بعضوں کو تو خدا تعالیٰ نے فوراً بہت بہتر کاروبار عطا کئے اور بعضوں کو ابتلاء میں بھی ڈالا۔ اور وہ لمبے عرصہ تک کاروبار سے محروم رہے۔ لیکن وہ پختگی کے ساتھ اپنے فیصلے پر قائم رہے اور پھر انہوں نے اس گندے کاروبار میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔

امرتسر کے ایک غیر از جماعت میاں محمد اسلم صاحب مارچ ۱۹۱۳ء میں قادیان تشریف لائے تھے۔ وہ حضرت خلیفۃ اولؓ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ :"مولوی نورالدین صاحب نے جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلّمہ پیشوا ہیں۔ جہاں تک مَیں نے دو دن ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا ہے مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصتاً للہ کے اصول پر نظر آیا۔ کیونکہ مولوی صاحب کا طرز عمل قطعاً ریاء و منافقت سے پاک ہے اور ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایک زبردست جوش ہے جو معرفت توحید کے شفاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعے ہر وقت ان کے بے ریاء سینے سے ابل ابل کر تشنگان معرفت توحید کو فیضیاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں مَیں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی۔ یہ نہیں کہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ نہیں بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہے اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن مجید کی محبت میں گرفتار ہوگیا ہے۔ کیونکہ جس قسم کی زبردست فلسفیانہ تفسیر قرآن مجید کی مَیں نے ان کے درس قرآن مجید کے موقعہ پر سنی ہے غالباً دنیا میں چند آدمی ایسا کرنے کی اہلیت اس وقت رکھتے ہوں گے"۔

(بدر ۱۳/مارچ ۱۹۱۳ء۔ حیات نور صفحہ ۲۱۱۔۲۱۲)

پھر ایک وصیت ہے جو حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ نے اپنی اولاد کو کی۔ فرمایا: قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بناؤ اور اتباع سنت کی پیروی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور اشاعت اسلام میں ہمہ تن مصروف رہو اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی انہی امور کی پابندی کے لئے تیار رکھو۔ (سیرت سیّد عبدالستار شاہ صاحب صفحہ ۱۹۳)۔ یہ نصیحت تو ہر احمدی کو ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہئے۔

حضرت مرزا عبدالحق صاحب لکھتے ہیں حضرت ملک مولا بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے بارہ میں کہ: آپؓ کو قرآن کریم سے خاص عشق تھا اور قرآنی معارف و حقائق سننے کے لئے باوجود بیماری اور کمزوری کے تعہد کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کئی ماہ تک موسم سرما میں صبح کی نماز محلّہ دارالفضل سے آ کر دارالرحمت میں اس لئے ادا کرتے رہے کہ مکرم مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ اس مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ اور وہ ان کے حقائق و معارف سے مستفیض ہوں۔ اور پھر رمضان المبارک میں جو درس مسجد اقصیٰ میں ہوتا اس میں بھی التزام کے ساتھ شریک ہوتے اور قرآن کریم کو کثرت سے پڑھتے اور غور سے پڑھتے جہاں خود فائدہ اٹھاتے وہاں دوسروں کو بھی شامل کرتے۔ عمر کے آخری حصہ میں کہتے ہیں دن میں کئی کئی بار جب بھی دیکھو قرآن شریف پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اور کاپی اور قلم پاس رکھتے۔ جب کسی آیت کی لطیف تفسیر سمجھ میں آتی اس کو نوٹ کرتے اور بعد میں اپنے گھر والوں کو بھی سناتے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس وقت جب وہ گھر والوں کو سنا رہے ہوتے تو ان کے چہرے سے یوں معلوم ہوتا کہ آپ کی دلی خواہش ہے کہ آپ کی اولاد قرآن کریم کی عاشق ہو۔

(اصحاب احمد جلد ۱ صفحہ ۱۲۴۔۱۲۵)

گیمبیا کے ایک عیسائی نوجوان نے احمدیت قبول کی تو ماں نے اس کی شدید مخالفت شروع کردی۔ پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا مگر جب اس کی ماں نے قرآن کریم کی توہین شروع کی تو گھر چھوڑ کر نکل گیا اور دوبارہ اس گھر میں نہیں گیا۔ (ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۶)

تو اس زمانہ میں بھی افریقہ کے دور دراز ملکوں میں بھی یہ معجزے رونما ہو رہے ہیں۔

اسلام میں چار شادیوں تک کی اجازت ہے جس کو بعض لوگ حکم بنا لیتے ہیں، بہرحال اجازت ہے۔ تو افریقہ میں رواج ہے کہ جتنا بڑا کوئی آدمی ہو، یا پیسے والا ہو یا چیف ہو تو بعض دفعہ بعض قبائل میں چار سے زیادہ نو دس تک شادیاں کرلیتے ہیں۔ سیرالیون کے علی روجرز صاحب نے جب احمدیت قبول کی تھی تو اس وقت وہ جوان تھے اور ان کی بارہ بیویاں تھیں۔ جماعت کے مربی مولانا نذیر احمد صاحب علی نے انہیں فرمایا کہ اب آپ احمدی ہوچکے ہیں اس لئے قرآنی تعلیم کے مطابق چار بیویاں رکھ سکتے ہیں۔ باقی کو بہرحال طلاق اور نان نفقہ دے کر رخصت کریں۔ انہوں نے نہ صرف اس ہدایت پر فوراً عمل کیا بلکہ ان کے کہنے پر جو پہلی چار بیویاں تھیں وہ اپنے پاس رکھیں اور نوجوان بیویوں کو رخصت کردیا۔ تو یہ تبدیلی ایک انقلاب ہے۔

پھر ہمارے ایک مربی تھے یونس خالد صاحب وہ لکھتے ہیں کہ: وی وی کاہلو صاحب بذریعہ کشف احمدیت ہوئے تھے۔ مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب کے زمانے میں۔ پھر بعد میں وہ جماعت احمدیہ سیرالیون کے امیر بھی رہے۔ احمدی ہونے سے پہلے بالکل آزاد ماحول تھا۔ اور ان کا ماحول تو اس حد تک آزاد تھا کہ ان کا پیشہ بھی، ویسے بھی وہ ڈانسر تھے۔ لیکن بیعت کے فوراً بعد اپنے اندر تبدیلی پیدا کی۔ تقویٰ و طہارت عبادت، خدا خوفی اور دیانت میں ایک مقام بنالیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی ترقیات سے نوازا۔ اور آپ علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف بھی تھے۔ جس علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف تھے وہاں ہیروں کی بہت بڑی کانیں تھیں۔ آپ صاحب اختیار تھے۔ کیونکہ ان علاقوں میں چیف کافی اختیار والے ہوتے ہیں۔ آپ اگر چاہتے تو لاکھوں کروڑوں روپیہ کا فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن احمدیت کی حسین اور پاکیزہ تعلیم کی وجہ سے یہ دولت اپنے اوپر حرام سمجھی اور سادہ اور درویشانہ زندگی گزارتے رہے۔ اور اونچی سطح میں بھی مشہور تھا کہ مسٹر وی وی کاہلو ایک انتہائی دیانت دار پیراماؤنٹ چیف ہیں۔ نہ خود رشوت لیتا ہے اور نہ ہی عملہ کو لینے دیتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ جب آپ بیمار ہوئے۔ ایک دن مَیں ان کی عیادت کے لئے گیا تو مجھے بلا کر کہتے ہیں کہ یونس! میری آنکھوں کے سامنے ہر وقت سبز رنگ کا کلمہ طیبہ لکھا ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مَیں نے انہیں کہا کہ چیف آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے اور عشق ہے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں دو ماہ تک جاتا رہا اور وہ یہی کہتے رہے کہ کلمہ طیبہ سبز رنگ کی روشنی سے ہمیشہ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔

پھر جب آپ ہسپتال میں داخل ہوئے تو نزع کی حالت طاری ہوئی تو ایک احمدی دوست مسٹر کوجی نے ان کا بازو پکڑ کر کہا کہ چیف پڑھو 'لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ'۔ آپ نے 'لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ' پڑھا۔ پھر مسٹر کوجی نے کہا 'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ' آپ نے 'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ' پڑھا اور پڑھتے ہی سر جھک گیا۔

ساتویں شرط یہ بھی تھی کہ عاجزی اور خوش خلقی اور مسکینی وغیرہ کی طرف توجہ رہے گی۔ تو انبیاء کو تو زیادہ تر وہی لوگ مانتے ہیں جو غریب مزاج اور مالی لحاظ سے کم وسعت والے بھی ہوں لیکن قربانیوں میں امراء سے زیادہ حوصلہ کے ساتھ اپنا مال خرچ کرنے والے ہوتے ہیں بلکہ جان کی قربانی بھی دینی پڑے تو دریغ نہیں کرتے اور کبھی بھی بڑائی بیان کرنے والے یا تکبر و نخوت کا اظہار کرنے والے نہیں ہوتے بلکہ ہر چھوٹے بڑے کے سامنے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ رہتے ہیں اور انکساری اور عاجزی کے بڑے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور الٰہی جماعتوں کی ترقی کا راز اسی میں ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ عاجز مسکین لوگ جو فروتنی اور عاجزی کے اعلیٰ نمونے دکھانے والے ہوں وہ نظر آئیں اتنی

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

زیادہ ترقی کی رفتار بھی تیز ہوتی ہے اور نبی کو ماننے والے بھی ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے مَیں نے کہا۔ تو انبیاء کی نظر جب ایسے دلوں پر پڑتی ہے تو انہیں مزید جلا بخشتی ہے، انہیں مزید چمکا دیتی ہے۔ اور وہ جو عاجزی دکھانے والے لوگ ہوتے ہیں ان کو اگر دوسروں کی خاطر اپنی جگہ چھوڑ کر اگر جوتیوں میں بھی بیٹھنا پڑے تو وہ بیٹھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن مامور زمانہ کی نظر اتنی قیافہ شناس ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کو پہچان لیتی ہے اور پھر اس عاجزی کا بدلہ دینے کے لئے اور اپنی جماعت کو سمجھانے کے لئے کہ میری جماعت میں عاجز اور مسکین کا مقام ہی سب سے اعلیٰ ہے۔ عاجز انسانوں کو وہاں سے اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیتے ہیں اور کھانے کے وقت بلا کر اپنے ساتھ اپنی پلیٹ میں کھانا کھلاتے ہیں۔ تو یہ قدر بھی انبیاء ان کی اس لئے کرتے ہیں کہ اس عاجزی کی وجہ سے ایسے لوگ دین کو جلد قبول کرتے ہیں اور دینی تعلیمات پہ مکمل طور پر عمل پیرا ہونے والے ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ غریب لوگ تکبر نہیں کرتے اور پوری تواضع کے ساتھ حق کو قبول کرتے ہیں۔ فرمایا: مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دولت مندوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس سعادت کا عشر عشیر بھی حاصل کر سکیں جس کو غریب لوگ کامل طور پر حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا تھا کہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے عاجزی شرط ہے۔ تا کہ دین کو صحیح طور پر سمجھ سکو اور اس پر عمل کر سکو۔ اب یہ تبدیلیاں کس طرح ہوئیں اس کے چند نمونے مَیں پیش کرتا ہوں۔

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک آسودہ حال خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اس کے باوجود آپ کی پاکیزگی، انکسار اور سادگی قابل مثال تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر اور حضور کی غلامی کا جؤا گردن میں ڈال کر آپ نے دنیا طلبی کی خواہش ہی دل سے نکال دی۔ مدرسہ احمدیہ کی ملازمت کا سارا عرصہ ایک مختصر سے مکان میں گزار دیا جو دراصل ایک چپڑاسی کے بھی لائق نہ تھا۔ جب حضور کے در کی غلامی کی خاطر دنیا بھر کو چھوڑ دیا تو دنیوی چیزوں کی راحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(اصحاب احمد جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۹)

پھر یہاں دوبارہ مثال ہے مولوی برہان الدین صاحب کی، عاجزی کے بارہ میں۔ ایک دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خدا جانے کہاں خیال پہنچا کہ رونا ہی شروع کر دیا۔ حضور نے بہت پیار سے پوچھا کہ مولوی صاحب خیر تو ہے؟ عرض کیا حضور پہلے میں کوٹھی بنا، پھر بولی بنا، پھر غزنی بنا، اب مرزائی بنا ہوں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ عمر اخیر ہو گئی اور مَیں جھڈّو کا جھڈّو ہی رہ گیا۔ یعنی پہلے مَیں نے کوٹھے والے پیر صاحب کی قدم بوسی حاصل کی۔ اس کے بعد باؤلی صاحب والے بزرگ کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں پہنچا۔ اب مَیں حضور کی خدمت میں آ گیا ہوں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ مَیں وہی نالائق کا نالائق ہی رہا۔ (یہ عاجزی تھی ان کی)۔

اس پر حضور نے مولوی صاحب کو بہت محبت پیار کیا۔ اور تسلی دی۔ فرمایا: مولوی صاحب! گھبرائیں نہیں۔ جہاں آپ نے پہنچنا تھا وہاں آپ پہنچ گئے۔ اب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے تب جا کر سکون اور قرار ہوا۔ (ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ستمبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۴)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’حبی فی اللہ سید فضل شاہ صاحب لاہوری اصل سکنہ ریاست جموں نہایت صاف باطن اور محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے اور کامل اعتقاد کے نور سے منور ہیں اور مال و جان سے حاضر ہیں اور ادب اور حسن ظن جو اس راہ میں ضروریات سے ہے ایک عجیب انکسار کے ساتھ ان میں پایا جاتا ہے وہ تہ دل سے سچی اور پاک اور کامل ارادت اس عاجز سے رکھتے ہیں اور للّٰہی تعلق اور حُب میں اعلیٰ درجہ انہیں حاصل ہے اور یکرنگی اور وفاداری کی صفت ان میں صاف طور پر نمایاں ہے اور اُن کے برادر حقیقی ناصر شاہ بھی اس عاجز سے تعلق بیعت رکھتے ہیں اور ان کے ماموں منشی کرم الٰہی صاحب بھی اس عاجز کے یکرنگ دوست ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۲)

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’حبی فی اللہ منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے۔ (ہمارے ملکوں میں پولیس کا محکمہ بہت بدنام ہے۔ اس لحاظ سے اگر اس پس منظر میں دیکھیں تو پھر سمجھ آتی ہے)۔ کہ یہ ایک جوان صالح اخلاص سے بھرا ہوا میرے اول درجہ کے دوستوں میں سے ہے۔ ان کے چہرے پر ہی علامات غربت و بےنفسی و اخلاص ظاہر ہیں۔ کسی ابتلاء کے وقت مَیں نے اس دوست کو متزلزل نہیں پایا۔ اور جس روز سے ارادت کے ساتھ انہوں نے میری طرف رجوع کیا اس ارادت میں قبض اور افسردگی نہیں بلکہ روز افزوں ہے‘‘۔ یعنی ترقی کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۶)

پھر اس میں تھا کہ ’تکبر سے پرہیز کریں گے‘۔ اس بارہ میں سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کی مثال دیتا ہوں۔

’’باوجود علم و فضل میں بہت بلند مقام رکھنے کے اس زمانہ کے دیگر نام نہاد علماء کے برعکس آپ کی طبیعت میں سادگی اور تواضع اس قدر تھی کہ اگر کسی وقت چھوٹے بچے نے بھی آپ سے بات کرنا چاہی تو بلا جھجک آپ سے ہمکلام ہو سکتا تھا۔ آپ بڑی محبت سے اس کی بات سنتے اور تسلی بخش طریق پر اس کے سوال کا جواب دیتے۔ تو مولوی محمد حفیظ بقاپوری اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہیں کہ اس عاجز کے کسی قریبی رشتہ دار کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ خط کے ذریعہ ایسی اطلاع ملنے پر مَیں نے حضرت مولوی صاحبؓ سے نومولود کا نام تجویز کرانے کا ارادہ کیا۔ آپ شاید مسجد اقصیٰ میں درس دینے کے لئے جا رہے تھے یا واپس تشریف لا رہے تھے۔ مَیں آگے بڑھا۔ اس عاجز کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رُک گئے۔ بڑی محبت سے التفات فرمایا اور میری درخواست پر نومولود کا نام تجویز فرما کر اس کے حق میں دعا فرمائی۔

(اصحاب احمد جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۳۵)

پھر اس بارہ میں حضرت مولوی برہان الدین صاحب کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔ پہلے بھی مثالوں سے ظاہر ہو گیا ہے آپ میں نام و نمود اور ریا جبر ظاہر داری وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر علمی گھمنڈ اور تکبر بھی ہرگز نہیں تھا باوجودیکہ بڑے عالم آدمی تھے۔ دوران قیام قادیان جب بھی کوئی کہتا ’مولوی صاحب‘ تو فوراً روک دیتے کہ مجھے مولوی مت کہو۔ مَیں نے تو ابھی مرزا صاحب سے ابجد شروع کی ہے۔ یعنی الف ب پڑھنی شروع کی ہے۔ (ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ستمبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۲)

پھر فروتنی اور عاجزی کا ایک اور نمونہ جو سب نمونوں سے بڑھ کر ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت صاحبزادہ سیّد عبداللطیف صاحب شہید کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ: بےنفسی اور انکسار میں اس مرتبہ تک پہنچ گئے تھے کہ جب تک انسان فنا فی اللہ نہ ہو یہ مرتبہ نہیں پا سکتا۔ ہر ایک شخص کسی قدر شہرت اور علم سے محجوب ہو جاتا ہے۔ اور اپنے تئیں کچھ سمجھنے لگتا ہے اور وہی علم اور شہرت حق طلبی سے اس کو مانع ہو جاتی ہے۔ (یعنی حق کو پہچاننے میں روک بنتی ہے)۔ مگر یہ شخص ایسا بےنفس تھا کہ باوجودیکہ ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقت حقہ کے قبول کرنے میں اس کو اپنی علمی اور عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ اور آخر سچائی پر اپنی جان قربان کی اور ہماری جماعت کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا جس کی پابندی اصل منشاء خدا کا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۷)

پھر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لئے آٹھویں شرط میں یہ ہے کہ اپنی جان، مال، عزت ہر چیز کو قربان کرے گا۔ اور جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے نظارے ہمیں نظر آتے رہتے ہیں۔ مائیں اپنے بچے پیش کرتی ہیں، باپ سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اپنے بچوں کی انگلی پکڑ کر لا رہے ہوتے ہیں کہ یہ اب جماعت کا ہے اور جہاں چاہے جماعت اس کی قربانی لے لے۔ بچے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم بھی حضرت اسماعیل کی طرح اپنی جان کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ نظارے پہلے بھی تھے اور اب بھی قائم ہیں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔

۱۹۲۳ء میں ہندوؤں نے شدھی تحریک شروع کی تو اس کے خلاف احمدیہ جماعت کی کوششوں میں بچے بھی بڑوں سے پیچھے نہیں رہے۔ پانچ سالہ بچے بھی ملکانہ کے علاقوں میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک بارہ سالہ بچے نے اپنے والد کو لکھا کہ دین حق کی خدمت کرنا بڑوں کا ہی نہیں ہمارا بھی فرض ہے۔ اس لئے جب آپ دعوت الی اللہ کے لئے جائیں تو مجھے بھی لے چلیں اور اگر آپ نہ جائیں تو مجھے ضرور بھیج دیں۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۵ صفحہ ۳۳۶)

تو یہ باتیں جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا کوئی پرانے قصے ہی نہیں اب بھی یہ نظارے نظر آتے ہیں اور آج بھی واقفین نو بچے جب مجھے ملنے آتے ہیں اس ماحول میں بھی جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ بڑے ہو

کر کیا کرنا ہے، کیا بننا ہے۔ یہی جواب ان کا ہوتا ہے کہ جو آپ کہیں گے ہم وہی بننے کی کوشش کریں گے۔ اور جماعت بتائے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ یہ جذبہ ہے احمدی بچے کا۔ اور جب تک یہ جذبہ قائم رہے گا اور انشاء اللہ قیامت تک یہ جذبہ قائم رہے گا۔ تو جماعت کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے ہم وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آکر آباد ہوئے ہیں۔

(اصحاب احمد جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۱۳۰)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”حبی فی اللہ مولوی حکیم نور دین صاحب بھیروی۔...... ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا ہے۔ اگرچہ ان کی روزمرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر یک پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے“۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۰)

پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں: ”ان کی عمر ایک معصومیت کے رنگ میں گزری تھی اور دنیا کے عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا۔ نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑی تھی اس میں دین کی ہتک ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں میں ان کو ایک نوکری دوسو روپے ماہوار کی ملتی تھی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ خاکساری کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی گزار دی۔ صرف عربی کتابوں کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ اسلام پر جو اندرونی بیرونی حملے پڑتے تھے ان کے اندفاع میں عمر بسر کر دی۔ باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ہمیشہ ان کی قلم چلتی رہتی تھی۔

(سیرت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ ۱۰۸)

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اپنے بھائی کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ: ”جن امور کے لئے میں نے قادیان میں سکونت اختیار کی میں نہایت صفائی سے ظاہر کرتا ہوں کہ مجھ کو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود کی بیعت کئے ہوئے بارہ سال ہوگئے اور میں اپنی شومئی طالع سے گیارہ سال گھر میں ہی رہتا تھا اور قادیان سے مہجور تھا صرف چند دنوں گاہ گاہ یہاں آتا رہا اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر بہت سی اپنی عمر ضائع کی۔ آخر جب سوچا تو معلوم کیا کہ عمر تو ہوا کی طرح اڑ گئی اور ہم نے نہ کچھ دین کا بنایا اور نہ دنیا کا۔

یہاں میں چھ ماہ کے ارادہ سے آیا تھا (یعنی قادیان) مگر یہاں آکر میں نے اپنے تمام معاملات پر غور کیا تو آخر یہی دل نے فتویٰ دیا کہ دنیا کے کام دین کے پیچھے لگ کر تو بن جاتے ہیں مگر جب دنیا کے پیچھے انسان لگتا ہے تو دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی اور دین بھی برباد ہو جاتا ہے اور میں نے خوب غور کیا تو میں نے دیکھا کہ گیارہ سال میں نہ میں نے کچھ بنایا اور نہ میرے بھائی صاحبان نے کچھ بنایا۔ اور دن بدن ہم باوجود اس مایوسانہ حالت کے دین بھی برباد کر رہے ہیں۔ آخر یہ سمجھ کر کہ کار دنیا کسے تمام نہ کرد، کوٹلہ کو الوداع کہا اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ہجرت کر لوں۔ سو الحمدللہ میں بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے کوٹلہ سے ہجرت کر لی ہے اور شرعاً مہاجر پھر اپنے وطن میں واپس اپنے ارادہ سے نہیں آسکتا۔ یعنی اس کو گھر نہیں بنا سکتا۔ ویسے مسافرانہ وہ آئے تو آئے۔ پس اس حالت میں میرا آنا محال ہے۔ میں بڑی خوشی اور عمدہ حالت میں ہوں۔ ہم جس شمع کے پروانے ہیں اس سے الگ کس طرح ہو سکتے ہیں..........

میرے پیارے بزرگ بھائی میں یہاں خدا کے لئے آیا ہوں اور میری دوستی اور محبت بھی خدا ہی کے لئے ہے۔ میں کوٹلہ سے الگ ہوں۔ مگر کوٹلہ کی حالت زار سے مجھ کو سخت رنج ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو ہماری ساری برادری اور تمام کوٹلہ والوں کو سمجھ عطا فرمائے کہ آپ سب صاحب اسلام کے پورے خادم بن جائیں اور ہم سب کا مرنا اور جینا محض اللہ ہی کے لئے ہو۔ ہم خداوند تعالیٰ کے پورے فرمانبردار مسلم بن جائیں۔...... ہماری شرائط بیعت میں ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے شکرگزار ہوں، اس کی پوری اطاعت کریں۔ یہی چیز مجھ کو یہاں رکھ رہی ہے کہ جوں جوں مجھ میں ایمان بڑھتا جاتا ہے اسی قدر دنیا ہیچ معلوم ہوتی جاتی ہے اور دین مقدم ہوتا جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اور انسان کے احسان کے شکر کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے اسی طرح گورنمنٹ عالیہ کی فرمانبرداری اور شکرگزاری دل میں پوری طرح سے گھر کرتی جاتی ہے۔ (اصحاب احمد جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۹)

پھر حکیم فضل دین صاحب کا نمونہ ہمدردیٔ اسلام کے بارہ میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”حبی فی اللہ حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حکیم صاحب اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب کے دوستوں میں سے ہے اور ان کے رنگ اخلاق سے رنگین اور بہت بااخلاص آدمی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہے اور اسی وجہ سے وہ اس عاجز کو خادم دین دیکھ کر حُبّ لِلّٰہ کی شرط کو بجا لا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دین اسلام کی حقانیت کے پھیلانے میں اُسی عشق کا وافر حصہ ملا ہے جو تقسیم ازلی سے میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نور دین صاحب کو دیا گیا ہے۔ وہ اس سلسلہ کے دینی اخراجات کو بنظر غور دیکھ کر ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ چندہ کی صورت پر کوئی ان کو احسن انتظام ہو جائے“۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۲)

جب ۱۹۲۳ء میں کارزار شدھی گرم کیا گیا تو احمدی ”مربیان“ کا یہ حال تھا کہ وہ تیز چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل روزانہ پیدل سفر کرتے۔ بعض اوقات کھانا تو کیا پانی بھی نہیں ملتا تھا۔ اکثر اوقات کچا پکا باسی کھانا کھاتے یا بھنے ہوئے چنے کھا لیتے اور پانی پی کر گزارہ کرتے۔ بعض اوقات ستو رکھے ہوئے ہوتے تھے۔ اور انہیں پر گزارہ کرتے۔ صوفی عبدالقدیر صاحب کہتے ہیں کہ سولہ میل روزانہ کی اوسط سے چالیس دیہاتوں کے مابین سفر کرتے رہے۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۴ ص ۳۵۴)

امریکہ میں ایک صاحب احمدی ہوئے جو بہت بڑے موسیقار تھے اور اپنے وقت میں اس تیزی کے ساتھ میوزک میں ترقی کر رہے تھے کہ بہت جلد انہوں نے امریکہ کی سطح پر شہرت حاصل کر لی اور ان کے متعلق ماہرین کا خیال تھا کہ یہ ایسے عظیم الشان میوزیشن بنیں گے کہ گویا ان کو یاد کیا جائے گا کہ یہ اپنے زمانے کے بہت بڑے میوزیشن تھے۔ احمدی ہوئے تو نہ میوزک کی پرواہ کی۔ نہ میوزک کے ذریعے آنے والی دولت کی طرف لالچ کی نظر سے دیکھا سب کچھ یک قلم منقطع کر دیا اور اب وہ درویشانہ زندگی گزارتے ہیں اور باقاعدگی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا نام لیتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ (ماہنامہ خالد۔ جنوری ۱۹۸۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں اپنی خلافت سے پہلے کا واقعہ لکھتے ہیں کہ: ”میں یہاں کس لئے آیا ہوں۔ دیکھو بھیرہ میں میرا پختہ مکان ہے اور یہاں میں نے کچے مکان بنوائے اور ہر طرح کی آسائش مجھے یہاں سے زیادہ وہاں مل سکتی تھی مگر میں نے دیکھا کہ میں بیمار ہوں اور بہت بیمار ہوں، محتاج ہوں اور بہت محتاج ہوں، لاچار ہوں اور بہت لاچار ہوں۔ پس میں اپنے ان دکھوں کے دور کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اگر کوئی شخص قادیان اس لئے آتا ہے کہ وہ میرا نمونہ دیکھے یا یہاں آکر یا کچھ عرصہ رہ کر یہاں کے لوگوں کی شکایتیں کرے تو یہ اس کی نظر دھوکہ کھاتی ہے کہ وہ بیماروں کو تندرست خیال کر کے ان کا امتحان لیتا ہے۔ یہاں کی دوستی اور تعلقات، یہاں کا آنا اور یہاں سے جانا اور یہاں کی بود و باش سب کچھ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ماتحت ہونی چاہئے۔ ورنہ اگر روٹیوں اور چارپائیوں وغیرہ کے لئے آتے ہو تو باپ تم میں سے اکثر کے گھر میں ایسی روٹیاں وغیرہ موجود ہیں پھر یہاں آنے کی ضرورت کیا ہے؟۔ تم اس اقرار کے قائل اسی وقت ہو سکتے ہو جب تمہارے سب کام خدا کے لئے ہوں“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲؍جنوری ۱۹۰۴)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے بارہ میں کہ:

”اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا۔ اور درحقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں۔ اور خدا کے خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ اکثر لوگ باوجود...... بیعت کے اور باوجود میرے دعوے کی تصدیق کے پھر بھی دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی ان میں باقی رہ جاتی ہے اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ آبرو کے متعلق اور خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق ان کے نامکمل نفسوں میں پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی نسبت ہمیشہ میری یہ حالت رہتی ہے کہ میں ہمیشہ کسی خدمت دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ ان کو ابتلا پیش نہ آوے۔ اور اس خدمت کو اپنے پر ایک بوجھ سمجھ کر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہہ دیں۔ لیکن میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردّی چیز پھینک دی

بقیہ: احمدیت نے ہمیں کیا دیا
از صفحہ نمبر ۴

بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کردہ اس جماعت کو ایسے نابغۂ روزگار افراد عطا فرمائے جن کی تعداد اپنی کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے۔ جماعت احمدیہ کا ہر فرد ہر جگہ خدمت انسانیت کے جذبہ سے سرشار، اپنے اپنے ملک میں قوم اور انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے۔ ہر ملک میں جماعت احمدیہ معاشرہ کی خدمت میں بھرپور طور پر شامل ہے۔ اس عمومی خدمت کے علاوہ جس کا اعتراف ہر جگہ پر کیا جاتا ہے، اس جماعت کی تاریخ گواہ ہے کہ جماعت کے خلفاء اور عمائدین نے اور ایسے افرادِ جماعت نے جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں امتیازی مقام عطا کیا، اپنی خدمات کو قوم و ملک اور انسانیت کے لئے ہمیشہ وقف رکھا۔

پوچھنے والے پوچھتے ہیں کہ احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟ میں کہتا ہوں کہ احمدیت کی تاریخ پر نظر کرو اور دیکھو کہ کس طرح اس جماعت نے اپنے جگر گوشے دنیا کی خدمت کے لئے پیش کئے۔ خدمت کا کوئی میدان ہو، جماعت کے یہ سپوت مشرق و مغرب میں ہر میدان میں ایک نمایاں شان رکھتے ہیں۔ لسانیات کی دنیا میں حضرت شیخ محمد احمد مظہر کی خدمات، افریقہ کی ترقی اور تعمیر میں شیخ عمری عبیدی کی خدمات، پاکستان کی معاشی اور اقتصادی ترقی اور استحکام میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد کی خدمات اور ملک کے دفاع اور حفاظت کے باب میں لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک۔ لیفٹیننٹ جنرل عبد العلی ملک اور مجاہدین فرقان فورس کی خدمات کو کس طرح کوئی شریف انسان فراموش کر سکتا ہے؟ سائنس کے میدان میں ڈاکٹر پروفیسر عبد السلام نے جو کام کیا اور جو نام کمایا وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ارض پاکستان کے اس نامور سپوت نے نوبیل انعام حاصل کر کے پاکستان کا ہی نہیں سارے عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کر دیا اور پھر انعام کی ساری رقم وطن عزیز اور سائنس کی ترویج میں وقف کر کے قربانی کی ایک روشن مثال قائم کی۔ اس احمدی سائنس دان نے مسلمانوں کو ایک حوصلہ اور عزم بخشا، اعتماد عطا کیا اور ترقی کا جذبہ دیا۔ وطن عزیز کے قیام اور استحکام کی خدمت، عالمگیر افق پر عدل و انصاف اور قانون کی خدمت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ متعدد اسلامی ملکوں کو آزادی کی نعمت سے ہمکنار کرنے میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی خدمات دنیا کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جا چکی ہیں۔ کون صاحب علم ہے جو اس فرزندِ احمدیت کی ان ہمہ گیر، بے لوث اور امتیازی خدمات سے لاعلمی کی جرأت کر سکے۔ سوائے ان بے بصیرت ملاؤں کے جن کے بارہ میں پاکستان کی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس منیر کو یہ الفاظ کہنے پڑے تھے کہ:

”چوہدری ظفر اللہ خان نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں ان کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالت تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ شرمناک ناشکرے پن کا ثبوت ہے۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۰۹ شائع کردہ حکومت پنجاب)

کس کس میدان میں جانثار احمدی سپوتوں کی کس کس خدمت کا ذکر کیا جائے۔ یہ خدمات تو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلی پڑی ہیں۔ یہ تاریخ کا ایسا حصہ بن چکی ہیں جس کو ہرگز مٹایا نہیں جا سکتا۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

بے لوث خدمت خلق

احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟ مختلف پہلوؤں سے اس کے مختلف جوابات دیئے جا سکتے ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ احمدیت نے اپنا سب کچھ دنیا کو دیا۔ ہر وہ نعمت جو خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو عطا کی، جماعت نے اس نعمت کو دنیا کی فلاح و بہبود میں خرچ کرنے اور دینے سے کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا کیونکہ بخل اور تنگ نظری اس جماعت کے خمیر میں شامل ہی نہیں۔ جماعت احمدیہ تو ساری دنیا کی ایک خادم جماعت ہے۔ ایک بے لوث خادم، ایک انتھک خدمت گزار جماعت، جو اس اصول پر سرگرم عمل ہے کہ ”محبت سب کے لئے۔ نفرت کسی سے نہیں“ پس اس جماعت نے اپنی ہر چیز دنیا کو دی۔ ہر وہ نعمت جو خدا نے اسے عطا کی اس کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف رکھا۔

تاریخ احمدیت اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی خدمت کا کوئی میدان نظر آیا جماعت احمدیہ کے سرفروش ہمیشہ بے لوث خدمت کے جذبہ سے، بلا امتیاز مذہب و ملت، اس میدان میں کود پڑے۔ جماعت کی تعداد کم اور وسائل محدود۔ مالی لحاظ سے جماعت کسی حکومت سے نہ کبھی کوئی مدد لیتی ہے نہ اسکی طالب۔ اسکی ساری پونجی تو وہ چندے ہیں جو اس جماعت کے جانثار بڑی محنت سے کمائی ہوئی آمد میں سے، اپنا پیٹ کاٹ کر، اپنی ضروریات کو پس پشت ڈالتے ہوئے جماعت کی جھولی میں ڈالتے ہیں۔ اس کم مائیگی کے باوجود خدمتِ خلق کے میدان میں ہر جگہ یہی جماعت دن رات سرگرم عمل نظر آتی ہے۔ افریقہ کے کسی ملک میں فاقے اور قحط سالی کا امتحان ہو۔ گجرات میں زلزلہ کے متاثرین کی ضرورت ہو۔ پاکستان میں سیلاب زدگان کی امداد کا سوال ہو یا جاپان جیسے ترقی یافتہ ملک میں زلزلہ سے بے گھر ہونے والوں کو کھانا مہیا کرنے کا موقع ہو، جماعت احمدیہ کے رضا کار خدمت کا علَم اٹھائے، سر جھکائے، خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ جماعت کی عالمگیر رفاہی تنظیم Humanity First کسی جگہ پیاسے لوگوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرتی ہے تو کسی جگہ آنکھوں سے معذور لوگوں کو نورِ بصارت کا تحفہ دیتی ہے، جن کے اعضاء کاٹ دیئے گئے ان کو مصنوعی اعضاء مہیا کرتی ہے بے خانماں لوگوں کے گھر بناتی ہے اور گھر گھر جا کر بھوکے افراد کو کھانا اور بچوں کو دودھ مہیا کرتی ہے۔ یہ ساری خدمت کسی شہرت کے لئے نہیں کرتی، نہ کسی دنیوی جزا کے لئے محض رضاء باری کی خاطر کہ یہی اسلام کی تعلیم ہے اور یہی احمدیت کا شعار ہے۔

جماعت احمدیہ ایک دینی اور روحانی جماعت ہے۔ اس کا مقصد ساری دنیا والوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلانا، اسلام کی دعوت کو اکنافِ عالم تک پہنچانا اور بنی نوع انسان میں ایک پاکیزہ انقلاب برپا کرنا ہے۔ ان مقاصد عالیہ کے ساتھ ساتھ جماعت اپنے محدود وسائل کے ذریعہ حتی الامکان بنی نوع انسان کی علمی، سماجی اور جسمانی فلاح و بہبود کے لئے دن رات سرگرمِ عمل رہتی ہے کہ یہ بھی دین اسلام کا حصہ ہے اور خدا کی نظر میں پسندیدہ۔ دنیا کے وہ ممالک جن میں تعلیمی اور طبی سہولتوں کا فقدان یا کمی ہے ان ممالک میں جماعت احمدیہ نے اس خدمت کا علَم سالہا سال سے بلند کر رکھا ہے اور بلا امتیازِ مذہب و ملت، بنی نوع انسان کی سچی اور بے لوث خدمت کے جذبہ سے سرشار، ہر میدان میں مصروفِ عمل ہے۔

جہاں تک اعداد و شمار کا تعلق ہے۔ اس وقت دنیا کے ۱۷۶ ممالک میں جماعت مستحکم طور پر قائم ہو چکی ہے۔ ۱۳۲۹۱ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اس روحانی فیض رسانی کے ساتھ ساتھ اس وقت جماعت کی طرف سے ترقی پذیر ممالک میں ۳۷۳ سکول اور ۵ کالج جاری ہیں جو لاعلمی کی تاریکیوں میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔ اسی طرح ۳۶ ہسپتال جاری ہیں جہاں غرباء کو بلا معاوضہ طبی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ خدمتِ خلق کے میدان میں ایک اور عظیم خدمت جو جماعت احمدیہ نے بالخصوص خلافتِ رابعہ کے دور میں سرانجام دی وہ ہومیوپیتھی کے ذریعہ ساری دنیا میں اس مفید اور مؤثر ذریعہ علاج کے علم کا عام کرنا ہے۔ اس کا سہرا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر ہے جنہوں نے دن رات ایک کر کے اس بارہ میں لیکچر بھی دیئے اور کتب بھی لکھیں اور عملی طور پر ساری دنیا میں اور بالخصوص غریب ممالک میں ہومیوپیتھی ڈسپنسریوں کا جال بچھا دیا۔ اس وقت ۵۵ ممالک میں ۶۳۲ ہومیوپیتھک شفاخانے قائم ہو چکے ہیں۔ غریب اور مفلوک الحال لوگوں کے لئے یہ غیر معمولی طور پر مؤثر ذریعہ علاج اتنی وسعت اور سہولت سے مہیا ہو گیا ہے کہ عملاً ہر احمدی گھرانہ ایک مرکزِ شفاء بن گیا ہے جس کا فیض صرف احمدیوں تک محدود نہیں بلکہ کل دنیا تک پہنچ رہا ہے۔

یہ عظیم کارنامہ، بے لوث خدمتِ انسانیت کی یہ سنہری مثال ﴿لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ (سورۃ الدھر آیت ۱۰) کی زندہ تفسیر ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے ایک جواب ہے جو یہ پوچھتے ہیں کہ احمدیت نے دنیا کو کیا دیا ہے؟۔

ایم ٹی اے MTA

اس سوال کا ایک اور جواب یہ بھی ہے کہ احمدیت نے دنیا کو عالمگیر نشریاتی ذریعہ MTA دیا جو ساری دنیا میں حقیقی اسلام کی واحد آواز ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ ساری دنیا میں جماعت کے پاس اپنا کوئی نشریاتی نظام نہ تھا۔ نہ TV تھا نہ ریڈیو۔ کسی ریڈیو پر چند منٹوں کا وقت لینا بھی مشکل ہوتا تھا۔ جماعت کی شدید خواہش تھی کہ کسی طرح دنیا کے کسی ملک میں خواہ کسی چھوٹے سے ملک میں ہی ہو۔ دنیا کے کسی کونے میں کوئی چھوٹا سا ریڈیو قائم کرنے کی توفیق مل جائے جس سے ہم احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آواز دنیا تک پہنچا سکیں اور دنیا کو بتا سکیں کہ جس مہدی نے آنا تھا، جس مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی تھی وہ آ گیا ہے۔ لیکن اس مقصد کے حصول کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اور پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے گویا چھپر پھاڑ کر MTA کا یہ عظیم عالمگیر تحفہ کچھ اس انداز میں اچانک مہیا کر دیا کہ کسی کو بھی اسکی توقع نہ تھی۔ اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:

’اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح‘

کہ آسمان کی آواز سنو جو یہ اعلان کر رہی ہے کہ مسیح آگیا۔ مسیح کا ظہور ہو گیا۔ آپ کا یہ اعلان ان آسمانی نشانوں سے متعلق تھا جو پے در پے ظاہر ہو کر آپ کی سچائی کا اعلان کر رہے تھے لیکن دیکھو کہ خدائے ذوالمنن نے کس طرح اس بات کو لفظاً اور معناً بھی حقیقت بنا دیا کہ آج سارے عالم اسلام میں صرف ایک جماعت احمدیہ ہے جس کا اپنا ایک مستقل ٹیلی ویژن سٹیشن ہے جو ۲۴ گھنٹے دنیا کی مختلف زبانوں میں اسلام و احمدیت کا پیغام نشر کر رہا ہے۔ آج روئے زمین پر کوئی ایک گوشہ بھی ایسا نہیں جہاں توحید کی یہ منادی سنائی نہ دیتی ہو۔ خدائے رحمٰن کا کتنا کرم ہے کہ آج دنیا میں کسی اور مذہب کا کوئی ایسا نشریاتی ادارہ نہیں جس کی آواز ساری دنیا میں جاتی ہو لیکن خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کردہ اس جماعت احمدیہ کا یہ ٹیلی ویژن ایسا ہے جس کی آواز دنیا کے چپہ چپہ میں سنائی دیتی ہے اور قریہ قریہ بستی بستی توحید کی منادی ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟ میں کہتا ہوں اے دنیا کے بسنے والو! اے جزائر کے رہنے والو! اے جنگلات کے باسیو! اٹھو اور اپنے ٹیلی ویژن ON کر کے اس آسمانی آواز کو سنو جو آج تمہارے گھروں میں پہنچ چکی ہے اور تمہیں اس خدا کی طرف بلا رہی ہے جس کو تم بھول بیٹھے ہو۔ سنو، اس مسیح الزمان کی آواز کو سنو جو تمہیں اسلام کی طرف بلا رہا ہے۔ تمہیں سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پیغام دے رہا ہے۔ ہاں یہ وہی آواز ہے جو ایک زمانہ میں قادیان سے اٹھی اور اب دیکھو کہ کس شان کے ساتھ اس کی صدائے دلنواز اور اسکی گونج سارے عالم میں سنائی دے رہی ہے ؎

گر نہیں عرشِ معلّٰی سے یہ ٹکراتی تو پھر
سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں

احمدیت نے MTA کے ذریعہ اسلام کو ایک زبان عطا کی ہے۔ احمدیت نے دنیا کو ایک آواز عطا کی ہے جو اکنافِ عالم میں سعید فطرت لوگوں کے دل اسلام کے لئے جیت رہی ہے۔ دنیا کے اکناف میں یہ آواز دلوں کے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔ سخت معاند مولوی حضرات بھی دروازے بند کر کے یہ آواز سنتے ہیں لیکن افسوس کہ یا تو ضمیر مردہ ہو جانے کی وجہ سے ان کے پتھر دلوں پر صداقت کا اثر نہیں ہوتا یا پھر ملازمت اور روزی کا مسئلہ آڑے آ جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج MTA اسلام کے حق میں ایک زبردست آواز بن کے ابھرا ہے اور اندر ہی اندر ایک عظیم روحانی انقلاب برپا ہو رہا ہے جس کے نتائج روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

یورپ کے بعض ممالک میں عقائد کی وجہ سے اضطراب کی لہریں

(زبیر خلیل خان - جرمنی)

اٹلی کا ایک مسلمان عدالت میں جاتا ہے اورمقدمہ دائر کردیتا ہے کہ ایک پبلک سکول میں زیرتعلیم اس کے بیٹے کے کلاس کے کمرہ سے صلیب کو ہٹایا جائے۔ جج اس کے حق میں فیصلہ کردیتا ہے۔ جج کے اس فیصلہ کے خلاف پورے ملک میں اضطراب اور ہیجان کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

فرانس میں پیرس کے مضافاتی علاقہ کے ایک پبلک اسکول میں دو مسلمان بہنوں کو اسکول سے اس وجہ سے خارج کردیا جاتا ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق سر پر اوڑھنی لینا چاہتی ہیں جب کہ اسی کلاس میں دوسری بہت سی مسلمان لڑکیوں کو ایک مختلف طرز کی تجدید شدہ اوڑھنی کے ساتھ کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔

جرمنی کے ایک سکول میں ایک مسلمان استانی کو ملازمت کے استحقاق کے لئے صرف اس وجہ سے نا اہل کردیا جاتا ہے کہ وہ مطالبہ کرتی ہے کہ اس کے مذہبی عقیدہ کے مطابق اوڑھنی پہن کر بچوں کو پڑھانے کی اجازت دی جائے۔ اپنی نا اہلی کے فیصلہ کے خلاف وہ آئینی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے تو پانچ سال کے بعد عدالت اس کے حق میں فیصلہ کردیتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتی ہے کہ جرمنی کا ہر صوبہ کلاس روم یا کام کے دوران اوڑھنی اوڑھنے سے متعلق قانون سازی میں خود مختار ہے اور وہ جو بھی قانون بنانا چاہے بنا سکتا ہے۔

متذکرہ بالا چند ایسے معاملات ہیں جن کا تذکرہ پچھلے کافی عرصہ سے مختلف اخبارات میں تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ لوگ ان معاملات کے بارہ میں تذبذب کا شکار ہیں اور وہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یورپ میں مذہبی آزادی، معاشرتی پہچان اور مساوات یا سیکولر نظریات کا باہمی ٹکراؤ ناگزیر ہوگیا ہے۔

درج بالا تینوں امور میں فیصلہ کرنے والوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ انہوں نے ان امور میں ملکی قوانین کی چرچ، مسجد یا حکومتی اداروں سے علیحدگی کے نظریہ کے بالادستی قائم رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ تاہم اگر ان معاملات کا عمیق نظروں سے تجزیہ کیا جائے تو واضح عندیہ ملتا ہے کہ یورپی معاشرہ میں دوسروں کی اقدار، روایات کو برداشت کرنے کا رجحان تیزی سے کم ہو رہا ہے۔

اٹلی کے باشندوں کی اکثریت کہتی ہے کہ سکول میں صلیب کا نشان رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جب کوئی مسلمان طالبہ اپنے مذہبی عقائد کے مطابق اوڑھنی لے کر اسکول جاتی ہے تو انہیں طیش آجاتا ہے اور وہ اسے قبول کرنے کو قطعاً تیار نہیں ہیں۔

مذہبی امور سے متعلق معاملات میں فیصلہ جات کے متعلق یورپ کے غیر مسلموں کو اضطراب اس وجہ سے ہے کہ مذہبی عقائد میں حکومت کو دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے۔ مسلمانوں کا معاملہ برعکس ہے۔ بعض ممالک میں مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد پر پوری طرح عمل کرنے میں بے شمار مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ یہ اضطرابی صورتحال تمام یورپی ممالک کے لئے پریشان کن ہے اور فکر کی دعوت دیتی ہے کہ یورپی معاشرہ مختلف تہذیبی، مذہبی، معاشرتی اقدار کو دیانتداری کے ساتھ کتنی آزادی دیتا ہے۔

فرانس میں پبلک سکولوں کے متعصّبانہ رویہ کی وجہ سے Marseilles's Saint Mauront Catholic School میں مسلمان طالبات کی ایک بڑی تعداد نے داخلہ لینا شروع کردیا ہے کیونکہ حجاب یا اوڑھنی سے متعلق اسکول کی انتظامیہ کا رویّہ خاصا فراخدلانہ ہے۔ اسکول کے ڈائریکٹر Jean Chamoux کے مطابق دو دہائیاں قبل مسلمانوں کے لیڈروں نے درخواست کی تھی کہ انہیں مذہبی عقائد کے مطابق ویسی ہی مذہبی آزادی دی جائے جیسی کہ دیگر مذاہب کو حاصل ہے۔ مثلاً قبرستانوں میں تدفین کے لئے علیحدہ قطعات، عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت، رمضان المبارک کے مہینہ میں رعایتی سلوک اور خواتین کو پردہ کی رعایت وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت مسلمانوں کی ان درخواستوں کو ردّ کردیا گیا اور آج انہیں مسلمانوں کے بچے یورپی ممالک کے شہری ہونے کے ناطے اپنی اس مذہبی آزادی کو بطور حق کے مانگ رہے ہیں۔

وسطی اٹلی کے قصبہ Ofena میں ۴۳ سالہ عدیل اسمتھ جو کہ ۱۹۸۷ء میں مسلمان ہوئے تھے اور اطالوی مسلمانوں کی یونین کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے پبلک اسکول میں زیر تعلیم اپنے بیٹے کے کلاس روم میں رکھی جانے والی صلیب کو اٹھانے کے بارہ میں عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ جج نے ۳۰ صفحات پر مبنی فیصلہ لکھا اور اسکول سے کہا کہ وہ یہ صلیب اٹھالیں۔ جج کے فیصلہ نے پورے اٹلی میں اضطراب کی صورتحال پیدا کردی اور بعض مخالفین نے تو یہاں تک کہا کہ اٹلی کے مسلمان مہاجرین مذہبی اور معاشرتی آزادی کی روایات سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور اٹلی کی کیتھولک روایات پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تاہم عدیل سمتھ نے ایسے نظریات پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا اور کہا کہ دراصل اٹلی میں پرانی عیسائی روایات ابھر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تہذیب، حکومت اور شہری آزادی کے حقوق کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانا قطعی غلط ہے۔ بطور عیسائی اگر کسی کو صلیب ہی پسند ہے تو وہ اسے اپنے گھر میں رکھ لے، چرچ میں رکھ لے یا اپنی گردن میں پہن لے۔ لیکن اس صلیب کو میرے بچے کی کلاس کے کمرہ میں رکھنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔

اٹلی کے وزیر داخلہ Pisano قطعی مختلف رائے رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق صلیب کا نشان نہ صرف مذہبی نشان ہے بلکہ دو ہزار سالہ پرانی تہذیب اور تاریخ کا علمبردار ہے۔ ان کے مطابق مہاجرین کے مذہبی حقوق کا خیال رکھا جانا ضروری ہے لیکن مہاجرین کو یہ حق قطعی نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ہمارے ملک کے روایتی قانون، سیاست اور تہذیبی معاملات میں دخل اندازی کرتے پھریں۔ بقول ان کے اٹلی کی عدالت کو کسی ایک مسلمان والد کی طرفداری نہیں کرنی چاہئے بلکہ اکثریت والے عیسائی والدین کا خیال رکھنا چاہئے۔ انہی نظریات اور خیالات کے پیش نظر اٹلی کی وزارت تعلیم نے جج کے مذکورہ بالا فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کردی ہے اور ایک دوسرے جج نے اس فیصلہ پر عملدرآمد مؤخر کردیا ہے۔ یعنی فی الحال کلاس روم سے صلیب نہیں ہٹائی جائے گی۔

فرانس میں نوعمر مسلم طالبات لیلیٰ اور آلمہ بحاری کو اوڑھنیاں لینے کی وجہ سے Henry Wallon پبلک سکول سے خارج کردیا گیا۔ اسکول کے اس اقدام کی وجہ سے ۱۹۸۰ء کے سال کے شروع میں کلچرل تفاوت کو مزید تقویت ملی ہے۔ حجاب کے مخالفین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خواتین کا روایتی انداز میں پردہ کرنا انتہا پسندانہ نظریات کے ساتھ چمٹے رہنے کے مترادف ہے اور متشددانہ نظریات کی عکاسی کرتا ہے۔ جب کہ فرانس میں مقیم مسلمانوں کا نظریہ ہے کہ حجاب یا پردہ مسلمانوں کی تہذیبی، مذہبی روایات میں شامل ہے اور وہ اسے مسلم خواتین کے لباس کا ایک اہم جزو سمجھتے ہیں۔ فرانس کا قانون سر ڈھانپنے کا جزوی طور پر دفاع کرتا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں فرانس کی قانون کی اعلیٰ ترین اتھارٹی نے Conseild Etatd نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ امور جو ظاہری طور پر طالبعلم کے مذہب کو واضح کرتے ہوں وہ سیکولر معاشرہ کے نظریہ کے منافی ہیں اور ساتھ یہ بھی کہا کہ صلیب یا حجاب کا ایسا اظہار یا استعمال جو دباؤ، پراپیگنڈہ یا دوسرے کے جذبات مجروح کرنے کے زمرہ میں آتا ہے ان پر بھی پابندی عائد ہونی چاہئے۔ تاہم کسی امر کی بھی وضاحت سے گریز کیا گیا اور وزارت تعلیم نے یہ معاملہ اسکولوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ کس طریق سے اس قانون پر عمل کرتے یا کراتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ فرانس کے بعض سکولوں میں حجاب پر مکمل پابندی ہے، بعض میں مکمل آزادی ہے جبکہ بعض اسکولوں میں تجدید شدہ حجاب کے استعمال کی اجازت ہے۔ لیلیٰ اور آلمہ کا اصرار تھا کہ وہ مکمل پردہ کریں گی اور ان کا صرف چہرہ ننگا رہے گا جبکہ اسکول کی انتظامیہ نے انہیں کہا کہ وہ صرف ایسا پردہ کرسکتی ہیں جس میں بال، گردن اور کان ہر حال میں نظر آنے چاہئیں۔ کافی بحث و تمحیص کی گئی لیکن معاملہ طے نہ ہو سکا اور آخرکار دونوں بہنوں کو سکول سے نکال دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل فرانس میں مسلم طالبات بڑی تعداد میں مذہبی تنظیموں کے تحت چلائے جانے والے اسکولوں میں داخلہ لے رہی ہیں۔

جرمنی میں ایسے معاملات پر پچھلے کئی سالوں سے مقدمہ بازی جاری ہے۔ ۱۹۹۵ء میں کیتھولک عیسائیت کے غلبہ والے صوبہ بائرن نے آئینی عدالت میں درخواست دی کہ انہیں قانوناً اجازت دی جائے کہ وہ اسکول کے کمروں میں صلیب لٹکائیں۔ جرمنی کی آئینی عدالت نے اکثریتی رائے سے یہ درخواست ردّ کردی۔ تاہم صوبہ نے یہ قانون بنالیا کہ اگر والدین معترض نہ ہوں تو کمروں میں صلیب لٹکائی جاسکتی ہے۔

۱۹۹۸ء میں ایک مسلم استانی فرشتہ لودِن کو صرف اس وجہ سے ملازمت کے حق سے محروم کردیا گیا کہ وہ کلاس روم میں حجاب کا استعمال جاری رکھے ہوئے تھی۔ اس نے اسکول کے خلاف مقدمہ کردیا۔ پانچ سال بعد اب ستمبر ۲۰۰۳ء میں آئینی عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ دیا ہے لیکن ساتھ ہی جرمنی کے ۱۶ صوبوں کو اجازت دے دی ہے کہ وہ حجاب کے استعمال یا اس پر پابندی کے بارہ میں اپنے اپنے علاقہ میں اپنی مرضی کا قانون بنا سکتے ہیں۔ رواداری والے صوبے حجاب کے بارہ میں کوئی تردّد نہیں رکھتے لیکن کیتھولک عیسائیت کے غلبہ والے صوبہ بائرن نے فوری عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ حجاب پر پابندی کے بارہ میں فوری قانون سازی کریں گے۔

بعض یورپی ممالک نے بہت مفاہمانہ انداز اختیار کر رکھا ہے۔ برطانیہ میں قانونی طور پر یہ تحفظ حاصل ہے کہ خاتون اگر چاہے تو اسکول یا کام کی جگہ پر اوڑھنی یا حجاب کا استعمال کرسکتی ہے۔ اور وہاں کوئی مخالفانہ ردّعمل سامنے نہیں آیا۔ یونان اور ڈنمارک میں بھی پردہ کے بارہ میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اسی طرح بلجیم، ہالینڈ اور سپین میں حجاب مخالفانہ نظریات نہیں پائے جاتے۔ تاہم جب تک اٹلی، فرانس اور جرمنی میں یہ معاملات رواداری کے جذبات کے ساتھ حل نہیں ہو جاتے حکومت، چرچ اور مساجد کے درمیان مخاصمت جاری رہے گی اور معاشرہ مختلف نظریات اور طبقات میں بکھرا رہے گا اور اضطراب کی لہریں محسوس ہوتی رہیں گی۔

❁❁❁❁❁

انٹرنیٹ کا استعمال اور والدین کا فرض

ہر چیز کے کچھ فوائد اور کچھ نقصانات ہوتے ہیں۔ مومنانہ فراست کا تقاضا ہے کہ انسان ہر چیز کے مفید پہلو سے استفادہ کرے اور جو چیزیں لغویات یا مخرب الاخلاق یا بے جا وقت اور پیسہ کا نقصان کرنے والی ہوں، ان کو ترک کرے۔

اس اصولی تعلیم کو پیش نظر رکھ کر انٹرنیٹ کا استعمال کرنا چاہئے۔ والدین کا فرض ہے کہ بچوں کی اس سلسلہ میں نگرانی رکھیں۔ کیونکہ وہ اپنی کم علمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایسے خطرات کو محسوس نہیں کر پاتے۔ والدین کو انہیں توجہ دلاتے رہنا چاہئے۔ یہ تربیتی لحاظ سے بہت ضروری امر ہے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ احمدی بچوں اور بچیوں، چھوٹوں اور بڑوں سب کو ہر قسم کی لغویات سے اور شیطانی اثرات سے محفوظ رکھے۔ آمین

جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کو مَیں دیکھتا ہوں کہ ان کا اوّل اور آخر برابر نہیں ہوتا اور ادنیٰ سی ٹھوکر یا شیطانی وسوسہ یا بدصحبت سے وہ گر جاتے ہیں۔ مگر اس جوانمرد مرحوم کی استقامت کی تفصیل مَیں کن الفاظ میں بیان کروں کہ وہ نور یقین میں دم بدم ترقی کرتا گیا''۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۰)

پھر آپ نے فرمایا: ''شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور در حقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی- اب تک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے- اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے- حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی- بعض ایسے ہیں کہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے- اور جس قوت ایمان اور انتہا درجہ کے صدق و صفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے- اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے- خدا کے سلسلے میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیاداری کم نہیں ہوتی- لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا- اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے طیار ہیں- لیکن جس نمونہ کو اس جواں مرد نے ظاہر کر دیا- اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں- خدا سب کو وہ ایمان سکھاوے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے- یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کیساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے- اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۷۔۵۸)

پھر آپ فرماتے ہیں:-

''شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَايَمُوْتُ فِيْهَا وَلَايَحْيٰ﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۷۵) افسوس کہ یہ امیر زیر آیت ﴿مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ (النساء: ۹۴) داخل ہو گیا۔ اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اُس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں۔ جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں۔ اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے۔ مَیں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔'' (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۶۰)

پھر فرماتے ہیں: ''جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودا ہوں۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۷۵)

آج سے ٹھیک سو سال پہلے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کو شہید کیا گیا تھا۔

اے مسیح آخرالزمان! آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی پیاری جماعت نے آپ کی اپنی جماعت سے امیدوں کو پورا کیا۔ آپ کو جو امیدیں اپنی جماعت سے تھیں ان کو پورا کیا۔ اور مال، وقت اور جان کی قربانی میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ اور اس کے نظارے ہمیں آج بھی نظر آرہے ہیں۔ آپ کے بعد بھی جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فکر تھی کہ پتہ نہیں میرے بعد کیا ہو۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے بعد بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں جنہوں نے دنیاوی لالچوں کی پروا نہیں کی اور اپنی جانیں بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ باپ نے بیٹے کو اپنے سامنے شہید ہوتے دیکھا اور بیٹے نے باپ کو اپنے سامنے شہید ہوتے دیکھا لیکن پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ اور پھر خود بھی جان قربان کر دی۔

اے مسیح پاک آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی نسل میں سے بھی، آپ کے خون میں بھی جان کی قربانی دیتے ہوئے جماعت کو بہت بڑے فتنہ سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب شہداء کے درجات کو بلند کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار ہوں اور اپنی نسلوں میں بھی یہ جذبہ زندہ رکھیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں یہ توفیق دیتا رہے۔

❁❁❁❁ ❁❁❁ ❁❁❁❁

آدمی جب خدائی کرنے لگا
نارِ نمرودیت میں جلنے لگا
ہوگا انجامِ آدمیت کیا
آدمی آدمی سے ڈرنے لگا
وصلِ جاناں کو اپنا من پاگل
شبِ تنہائی میں مچلنے لگا
قلبِ بے چین سجدہ ریزی کو
اب وضو آنسوؤں سے کرنے لگا
دستِ مسرور سے عصاءِ دعا
سحر کی ناگنیں نگلنے لگا
اپنی چہرہ نمائی کی خاطر
آسماں سے خدا اُترنے لگا
بابِ بیت الفتوح کھلنے پر
زمیں نئی ، نیا آسمان بننے لگا

(مبارک احمد ظفر)

بقیہ: درس القرآن کی پاکیزہ مجلس
از صفحہ نمبر ۱۶

نکالا گیا تھا وہاں دوبارہ داخل ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو بڑی فکر کی خبر ہے۔ بہت دعا کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو گروہ شیطان کے وساوس کے پیچھے چلتا ہے وہ دجال کہلاتا ہے۔ لفظ ناس سے مراد اس جگہ دجال ہے۔ پس ماحصل یہ ہے کہ دجال کے فتنہ سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کی پناہ پکڑو۔ اَلنَّفّٰثٰت سے مراد ایسی عیسائی عورتیں ہیں جو ان کے ساتھ ہوں گی، جو گمراہ کریں گی اور مردوں اور عورتوں کے درمیان پھونکیں مار کر ان میں جدائی پیدا کریں گی۔ حضور نے فرمایا کہ آج کل ٹی وی اور دوسرے میڈیا کے ذریعہ یہ گھروں میں داخل ہو چکے ہیں اور اس کے زیر اثر بعض گھروں میں میاں بیوی میں ناچاقیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ سب دجال کے طریق ہیں۔ خنّاس، شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ بائبل میں اس کا نام نحاش ہے۔ جیسے آدم نحاش کے ساتھ آزمایا گیا ایسا ہی اس زمانہ کے آخری آدم کے مقابل پر نحاش یعنی دجال کا مقابلہ پیش آئے گا مگر اب کی دفعہ یہ مقدر کیا گیا کہ آدم اس پر غالب آئے۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت کی ذمہ داری ہے کہ دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔

درس کے آخر پر حضور ایدہ اللہ نے مختلف دعاؤں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہوئے قرآن مجید اور احادیث نبوی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مختلف دعائیں پڑھ کر سنائیں اور احباب کو ان دعاؤں کے کرنے کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔ اسی طرح حضور ایدہ اللہ نے عالم اسلام کے باہمی اتحاد اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی دشمنوں کے شر سے حفاظت اور جماعت کی ترقی، شہداء احمدیت کے پسماندگان، اسیران راہ مولیٰ، مختلف مشکلات اور مصائب میں مبتلا افراد و اقوام اور مختلف معاشرتی طبقات کو پیش آمدہ مسائل کا ذکر کرتے ہوئے خصوصیت سے دعاؤں کی تحریک فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ عالم اسلام کے مسائل بہت زیادہ الجھ رہے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو انہیں نور بخشے۔ دکھوں سے چور انسانیت کے لئے دعا کریں، جماعت کے ابتلاؤں کے دور ختم ہونے کے لئے، اسی طرح بے اولاد لوگوں کے لئے، بیواؤں، یتامیٰ، طلباء، بے روزگاروں، درویشان قادیان اور اہل ربوہ کے لئے، مالی قربانی میں حصہ لینے والوں، خدمت دین پر کمر بستہ کارکنان و کارکنات، واقفین زندگی اور واقفین نو کے لئے بھی خصوصی دعاؤں کی تحریک فرمائی۔ آخر پر حضور ایدہ اللہ نے ہاتھ اٹھا کر خاموش اجتماعی دعا کروائی جس کے ساتھ ہی یہ بابرکت عالمی مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔

❁❁❁❁❁

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch
Glasgow G66 1NG
Tel: 0141-211-8257
Fax: 0141-211-8258

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط وکتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

”الفضل ڈائجسٹ“ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

یوگنڈا اور کینیا میں دعوت الی اللہ کی ابتدائی تاریخ

مشرقی افریقہ میں کئی ممالک ہیں جن میں کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، نیاسالینڈ (ملاوی) اور موزنبیق شامل ہیں۔ اسی طرح صومالیہ بھی اس کے مشرقی ساحل پر واقع ہے نیز روانڈا اور برونڈی بھی کسی وقت ٹانگانیکا کے ساتھ مل کر جرمن ایسٹ افریقہ کہلاتے تھے جبکہ ملاوی، تنزانیہ (جو ۱۹۶۴ء میں ٹانگانیکا اور زنجبار کے ادغام سے وجود میں آیا)، کینیا اور یوگنڈا مل کر برٹش ایسٹ افریقہ کہلاتے تھے۔ روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۷/ ۲/ جون ۲۰۰۳ء میں مکرم محمد شفیق قیصر صاحب کا ایک مطبوعہ مضمون شائع ہوا ہے جس میں یوگنڈا اور کینیا میں دعوت الی اللہ کی مہم کی ابتدائی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

کینیا، یوگنڈا اور تنزانیہ میں ایشین کے علاوہ عرب مہاجرین بھی آباد تھے لیکن افریقی ممالک کی آزادی کے بعد اب غیر ملکی باشندوں کی آبادی برائے نام رہ گئی ہے۔ تنزانیہ کا ساحل بحری تجارت کے لئے زیادہ موزوں ہے یہی وجہ ہے کہ عربوں کی توجہ اس طرف زیادہ رہی اور یہیں سے وہ یوگنڈا، ملاوی اور کانگو میں داخل ہوئے۔

زمانہ قبل عیسوی میں افریقہ کے بڑے حصہ میں شرک عام تھا البتہ شمالی اور مشرقی افریقہ کے ایک محدود حصہ میں یہودیت پھیل چکی تھی۔ بعد میں عیسائیت اور اسلام کی اشاعت کے نتیجہ میں اگرچہ یہودیت کا زور یہاں کم ہو گیا لیکن ختم نہیں ہوا بلکہ گزشتہ صدی میں جب صیہونیت کی تحریک نے جنم لیا تو ابتداءً یہی تجویز دی گئی کہ کینیا کو یہودیوں کا وطن قرار دیا جائے۔

حبشہ میں اسلام

مشرقی افریقہ کے شمال میں واقع ملک حبشہ سے عربوں کے تجارتی تعلقات ایک ہزار سال قبل مسیح سے بھی پہلے سے قائم تھے۔ یہاں اسلام بھی عہد نبوی ﷺ میں ہی پہنچ چکا تھا جب کفار مکہ کے ظلم سے تنگ آکر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن مسلمانوں کیلئے ممکن ہو وہ حبشہ میں ہجرت کر جائیں، وہاں کا بادشاہ عادل ہے اور اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا، وہ سرزمین، انشاء اللہ، تمہارے لئے امن اور راحت کا موجب ہوگی۔ چنانچہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا مختصر قافلہ سمندری راستہ سے حبشہ میں داخل ہوا تو وہاں کے عیسائی بادشاہ اصحمہ نے اُن کا خیر مقدم کیا۔ لیکن تین ہفتہ بعد ہی اہل مکہ کے اسلام لانے کی افواہ سن کر یہ مہاجرین واپس آگئے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اور کفار کے ظلم و ستم میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ چنانچہ دوسری مرتبہ ۸۳/ مرد اور ۱۲/ عورتوں کا قافلہ ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا اور ہجرت مدینہ تک وہیں مقیم رہا۔ ان مہاجرین کو حبشہ سے واپس لانے کے لئے کفار نے بہت کوشش کی اور ایک سفارتی وفد بھی نجاشی کے دربار میں بھیجا۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن طیارؓ نے مسلمانوں کا مؤقف پیش کیا اور سورۃ مریم کی چند آیات کی تلاوت کی چنانچہ بادشاہ نے برملا کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جو موسیٰ لے کر آئے تھے، ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔ چنانچہ کفار ناکام ونامراد واپس ہوئے۔

ہجرت مدینہ کے بعد جب آنحضور ﷺ نے مختلف امراء و سلاطین کو تبلیغی خطوط روانہ فرمائے تو شاہ حبشہ کو بھی ایک خط لکھا جس کے جواب میں اُس نے لکھا: ”ہم نے آپ کی دعوت حق کو سمجھ لیا ہے اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں جن کے متعلق پہلے صحائف میں بھی خبر دی گئی تھی“۔ اگرچہ عربوں کا تجارتی رابطہ اہل حبشہ سے جاری تھا لیکن جب خلافت راشدہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے اختلافات بہت بڑھ گئے تو بعض مظلوم اور ستم رسیدہ گروہ عرب سے نکل کر مشرقی افریقہ کے ساحل پر آباد ہونے لگے اور ساتویں صدی عیسوی میں افریقہ کے ساحل پر عربوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں نظر آنے لگیں۔ عربوں نے افریقی عورتوں سے شادیاں بھی کیں اور ان کی اولاد سواحیلی کہلانے لگی یعنی ساحل سمندر کے لوگ۔ اسی طرح سواحیلی زبان بھی معرض وجود میں آئی جو عربی زبان سے بھی فیض یافتہ ہے اور اس کا رسم الخط بھی ابتداء میں عربی تھا مگر انگریزوں نے جب اس علاقہ پر قبضہ کیا تو اس کا رسم الخط انگریزی کر دیا۔

المسعودی (۹۴۷ء) اور الادریسی (۱۱۵۴ء) کے مطابق اُس زمانہ میں کئی اسلامی ریاستیں افریقہ میں موجود تھیں۔ ایک Magdishu تھی جس کا نام سیاحوں کی زبان پر عام تھا۔ اس میں کئی قبائل آباد تھے اور ہر قبیلہ کا ایک شیخ تھا لیکن ریاست کا کوئی ایک حکمران نہیں تھا۔ Kilwa کی ریاست میں حضرت زید ابن علی بن حسنؓ کے متبعین آباد تھے۔ سولہویں صدی عیسوی تک یہ سب سے اہم ریاست تھی جس کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ اسی طرح Lamu, Mafia اور Barawa کی ریاستیں بھی تھیں۔ سترھویں صدی عیسوی تک مشرقی افریقہ کے ساحلی علاقوں پر پرتگالیوں اور مسلمانوں میں کشمکش کے نتیجہ میں کئی ساحلی شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے جن میں Kilwa کی ریاست بھی شامل تھی۔ بعد میں ۱۷۰۰ء میں عمان کے سلطان نے ممباسہ اور زنجبار پر قبضہ کرلیا اور ۱۷۵۰ء میں Kilwa کو بھی پرتگالیوں سے آزاد کروالیا۔ سلطان کے نائب سید سعید نے پھر ساحلی علاقوں کو آزاد کرواتے ہوئے ممباسہ بھی پر قبضہ کرلیا اور زنجبار میں اپنا محل بنوایا۔ پھر مسلمانوں نے زنجبار کے راستہ افریقہ کے اندرونی حصہ میں بھی آنا جانا شروع کردیا چنانچہ جھیل ٹانگانیکا کی بندرگاہ ایک اہم اسلامی مرکز بن گیا۔ اگرچہ مسلمان قریباً چھ سو سال تک مشرقی افریقہ میں حاکم رہے لیکن اس دوران کئی منظّم تبلیغی کوشش نہیں کی گئی۔

۱۸۴۴ء میں ایک عرب احمد بن ابراہیم العمری یوگنڈا میں تجارت کی غرض سے یہاں پہنچا جس کے بعد یہاں بھی اسلام کا نفوذ شروع ہو گیا۔ لیکن ۱۸۴۴ء میں ہی عیسائی پادریوں نے بھی ممباسہ میں عیسائی مشن کی بنیاد رکھی اور جلد ہی سارے مشرقی افریقہ میں اپنے مشنوں کا جال بچھادیا۔

۱۸۴۸ء میں جب یوگنڈا میں شاہ سونا کی حکمرانی تھی تو ایک دن اُس نے شدید غضب کی حالت میں اپنی رعایا کے بہت سے افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دیا۔ اس موقعہ پر احمد ابراہیم جو وہاں مسافرانہ حالت میں وارد ہوا تھا، بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور کہا: ”اے بادشاہ! آپ کو اور ساری رعایا کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اُس کی ذات والا صفات نے آپ کو یہ سلطنت عطا فرمائی ہے، آپ اپنے فیصلہ پر نظرثانی کریں کیونکہ مخلوق خدا کو بلاوجہ قتل کرنا خالق کی نظروں میں بہت بڑا جرم ہے“۔ درباری توقع کر رہے تھے بادشاہ احمد ابراہیم کے قتل کا بھی حکم دے گا لیکن بادشاہ نے حیرت کے ساتھ کہا کہ ”احمد! مجھے اپنے دین کے متعلق مزید بتاؤ“۔ پھر دربار میں اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ کئی روز چلتا رہا اور اس طرح شاہ سونا کے زمانہ میں اسلام کی ابتداء ہوئی جو اگلے بادشاہ مٹسیا اوّل کے عہد میں بڑھنے لگی اور اُس نے سواحیلی زبان سیکھی اور باشندوں کو السلام علیکم کو رواج دینے کا حکم دیا، کچھ مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ لیکن ۱۸۸۵ء میں شاہی محل میں مقیم بعض مسلمانوں نے ذبیحہ کھانے سے اسلئے انکار کردیا کہ وہ صحیح اسلامی طریق کے مطابق نہیں تھا۔ جب بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو اُس نے ان تمام بے گناہوں کو گرفتار کر کے انہیں زندہ جلانے کا حکم دیا اور خود بھی اسلام سے منحرف ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی اور ہمسایہ ریاستوں میں روپوش ہوگئے لیکن ساٹھ ستر افراد کو پکڑ کر زندہ آگ میں جلادیا گیا۔

۱۸۹۵ء میں برطانوی عہد حکومت میں یوگنڈا ریلوے کا عظیم منصوبہ شروع ہوا جس کی تکمیل کے لئے مختلف پیشہ وروں کو ہزارہا کی تعداد میں برصغیر سے افریقہ بھجوایا گیا۔ ان میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعض صحابہؓ بھی شامل تھے چنانچہ حضرت منشی محمد افضلؓ ایڈیٹر اخبار البدر اور حضرت میاں عبداللہؓ ۱۸۹۶ء میں یہاں پہنچے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے خادم خاص حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ بھی یہاں پہنچے۔ کئی صحابہؓ کو آب و ہوا موافق نہ آئی اور وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل گوڑیانویؓ فوج میں ملازم تھے اور آپؓ کے ذریعہ کئی خوش نصیبوں کو قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؓ تین سال بعد واپس آگئے۔ حضرت منشی محمد افضل صاحبؓ اور حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ ہر قسم کی مخالفت کے باوجود وہاں تبلیغ میں مصروف تھے۔ ان کے ذریعہ جن لوگوں کو قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سب سے ممتاز حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب آف نمل گجرات تھے جنہوں نے بعد میں اپنے نیک نمونہ سے اپنے بھائی حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کو بھی احمدیت سے منسلک کر دیا۔

خلافت ثانیہ کے ابتداء میں بھی بہت سے احمدی مشرقی افریقہ پہنچے اور اپنے اپنے رنگ میں خدمت کی توفیق پائی۔ اسی دوران مخالفت میں بھی تیزی آگئی اور جماعت کے خلاف اشتہارات بھی شائع ہونے لگے۔ اس وقت محترم قاضی عبدالسلام بھٹی صاحب نے گرانقدر خدمت انجام دی۔ آپ ۱۹۲۷ء میں وہاں تشریف لے گئے اور کثرت کے ساتھ اشتہارات شائع کئے اور ایک پریس بھی قائم کیا۔ آپ ایسٹ افریقن ٹائمز کے ایڈیٹر بھی رہے۔

۱۹۳۴ء میں انجمن حمایت اسلام نے احمدیوں

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۱۹/ مئی ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم احمد منیب صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

ہر دل دلِ حزیں ہے ہر آنکھ اشکبار
یا ربّ! آسمان سے کوئی سکوں اُتار
گویا تری جدائی میں ہر چیز سوگوار
حد درجہ اس بہار میں جلتے ہوئے چنار
جیسے کہ آفتاب کوئی ڈھل گیا منیب
جیسے کہ کوئی خواب ہو قوس قزح کے پار

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۹/ مئی ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرمہ طیبہ رضوان صاحبہ کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

یہ کس کی جدائی پہ زمیں کانپ اٹھی ہے
وہ مرد خدا ، مرد خدا ، مرد خدا ہے
اب تُو ہی بتا کیسے سہیں درد جدائی
یہ غم تیری فرقت کا تو ہر غم سے سوا ہے
اللہ نے ہے خوف کو پھر امن سے بدلا
مسرور ہے بخشا ہمیں مسرور کیا ہے

کا مقابلہ کرنے کے لئے اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان کی سفارش پر لال حسین اختر کو ہندوستان سے مشرقی افریقہ بلوایا۔ اس پر نیروبی کی جماعت کی درخواست پر حضرت مصلح موعودؓ نے نومبر ۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کو وہاں بھجوایا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ نے لال حسین سے مختلف موضوعات پر مناظرے کئے جن میں کامیابی کے نتیجہ میں حضرت شیخ صاحب پر حملہ بھی ہوا اور آپ زخمی ہوئے۔ پھر آپ کا معاشرتی بائیکاٹ بھی ہوا لیکن اس کے نتیجہ میں بائیکاٹ کرنے والوں کے سرغنہ کو قبول احمدیت کی توفیق مل گئی۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کی روشنی میں محترم شیخ صاحب نے مقامی باشندوں میں تبلیغ شروع کی چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے تمام مشرقی افریقہ میں مقامی جماعتیں قائم ہوگئیں اور کئی بااثر شخصیات احمدیت کی آغوش میں آئیں۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے سواحیلی اخبار "مپنزی یا منگو" جاری فرمایا جس نے تبلیغی کامیابیوں میں انقلابی کردار ادا کیا۔ عیسائی پادریوں نے اس رسالہ کی مقبولیت کے پیش نظر اعلان کیا کہ جس کو یہ ملے وہ اسے فوراً جلادے۔ رومن کیتھولک نے اس کا پڑھنا حکماً بند کر دیا۔ عیسائی اخبارات کی طرف سے شیخ صاحب کو دھمکیاں بھی دی گئیں۔ لیکن احمدیت کا قدم ترقی کی طرف جاری رہا اور جلد ہی ۱۹۳۷ء میں جماعت کی طرف سے ٹبورا احمدیہ سکول قائم کر دیا۔ دیگر سکولوں میں لیکچر دینے کا سلسلہ بھی بہت کامیاب رہا۔ لٹریچر کی اشاعت اور مساجد کی تعمیر بھی ہوئی۔ ۱۹۵۲ء میں جماعت کی طرف سے سواحیلی زبان میں ترجمہ قرآن بھی شائع ہو گیا۔

محترم شیخ صاحب کے ذریعہ بہت سے انگریزوں کو بھی قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ ان میں سے ایک احمد لاسن تھے جنہوں نے اسلام کے حق میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا اور کئی پمفلٹ لکھے جو بہت مقبول ہوئے۔ اخبار نوائے وقت نے اپنی ۲؍اپریل ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں لکھا: "افریقہ میں اگر کوئی پاکستانی مذہبی مشینری کام کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ ...... (امریکہ کے مشہور پادری) بلی گراہم جب اپنے حالیہ دورہ میں نیروبی گئے تو اسلام کی طرف سے اگر کسی جماعت نے انہیں مباحثہ کی دعوت دی تو وہ جماعت احمدیہ تھی"۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۴۵ء میں فرمایا تھا: "خدا نے ان افریقن ممالک کو احمدیت کے لئے محفوظ رکھا ہوا ہے اور اسلام کی ترقی کے ساتھ ان کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ ہمارا مستقبل افریقہ کے ساتھ وابستہ ہے...... خدا تعالیٰ نے یہ راز مجھ پر کھول دیا کہ یہ وہ ملک ہے جس میں ہمارے لئے غیر معمولی طور پر ترقی کے راستے کھلے ہیں اور جن کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا...... اگر ہم کچھ بھی کوشش کریں تو چونکہ حق ہمارے ساتھ ہے اس لئے نہ صرف حق کے لحاظ سے ہمیں غلبہ حاصل ہوگا بلکہ افریقن فطرت بھی ہماری تائید کرے گی اور حریف پر ہمیں فضیلت حاصل ہوگی"۔

.......❁.......❁.......❁.......

محترم صاحبزادہ محمد طیب لطیف صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۲؍جولائی ۲۰۰۳ء میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے فرزند محترم صاحبزادہ محمد طیب لطیف صاحب کا مختصر ذکر خیر اُن کی اہلیہ محترمہ کے قلم سے ایک پرانی اشاعت سے منقول ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب ۱۹۲۶ء میں اپنی والدہ صاحبہ، تینوں بھائیوں اور خاندان کے چند افراد کے ہمراہ نہایت مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے علاقہ خوست سے خفیہ طور پر نکلے اور سرائے نورنگ بنوں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت کے قیام کا علم ہوا تو کچھ کشمکش کا دَور آپ پر آیا لیکن جلد ہی آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کرلی۔ اور پھر دیگر افراد خاندان بھی خلافت کی غلامی میں آگئے۔

محترم صاحبزادہ صاحب بہت جوشیلی اور جلالی طبیعت رکھنے والے تھے۔ جب تک آپ سرائے نورنگ میں رہے وہاں کی جماعت کے صدر رہے۔ پھر ربوہ آکر بھی اپنے محلّہ کے صدر رہے۔

معمر ہونے کے باوجود آپ کا حافظہ بہت شاندار تھا۔ چنانچہ پورا قرآن کریم صرف چار ماہ میں حفظ کر کے مسجد اقصیٰ قادیان میں آپ نے تراویح بھی پڑھائیں۔ پھر نورنگ میں اور بعد میں ربوہ اور پاکستان کے کئی بڑے شہروں میں آپ کو تراویح پڑھانے کا موقع ملتا رہا۔ آپ بہت دعاگو تھے۔ دعا کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست تھی جن کے لئے روزانہ نام بنام دعا کرنے کی توفیق پاتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو جب شہید کیا گیا تو آپ کی عمر صرف ڈیڑھ سال تھی۔ افغانستان میں اپنے خاندان پر ہونے والے مظالم کا ذکر کر کے آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ساری داستان تم لوگ سن بھی نہیں سکتے۔ مَیں نے جب ہوش سنبھالا تو ایسا محسوس ہوا کہ مصائب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ایک لمبا عرصہ کابل کے جیل خانہ میں رہے جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ہر صبح یہی سنتے کہ ہمیں توپ سے اڑا دینے کا حکم ہو جائے گا۔ پھر سفر کیا تو تاریکی ہی تاریکی تھی۔ ماریں کھاتے رہے۔ میرے بھائی صاحبزادہ احمد ابوالحسن قدسی صاحب کو تو بہت زیادہ مارا پیٹا جاتا اور رہائی کے لئے ایک ہی شرط تھی کہ (حضرت) مرزا صاحب کو گالیاں دو۔ میرے پاؤں پر بیڑیوں کے نشان اُس وقت سے موجود ہیں۔ پھر ہمیں ترکستان جلاوطن کر دیا گیا۔ لیکن اڑہائی سال بعد واپس کابل بلا کر پانچوں بھائیوں کو قید اور عورتوں کو نظر بند کر دیا گیا۔ قید خانہ میں ہی پانچوں بھائی ٹائیفائیڈ سے بیمار ہوگئے تو نڈھال حالت میں انہیں گھر بھیج دیا گیا تو چند دن بعد ایک بھائی (محترم صاحبزادہ محمد عمر صاحب) کی وفات ہوگئی۔ بعد میں قید کے دوران ہی ہماری والدہ محترمہ کی بھی وفات ہوگئی تو صرف ایک بھائی کو گھر جاکر والدہ کا منہ دیکھنے کی اجازت ملی...... لیکن اس سارے زمانہ میں ناشکری کا ایک لفظ بھی کبھی زبان پر نہ آیا۔

مضمون نگار بیان کرتی ہیں کہ محترم صاحبزادہ صاحب کی طبیعت بہت سادہ تھی۔ نماز میں باقاعدگی بہت زیادہ تھی۔ فالج کی بیماری کے دوران بھی نمازیں جمع نہیں کیں۔ کئی تکیوں کا سہارا لے کر بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء سے سچا عشق تھا اور سلسلہ کی خدمت میں بہت خوشی محسوس کرتے تھے۔

.......❁.......❁.......❁.......

کوہسار

ماہنامہ "خالد" جولائی ۲۰۰۳ء میں پہاڑوں کے بارہ میں ایک معلوماتی مضمون مکرم عامر شہزاد عادل صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

دنیا کے مختلف مقامات پر انتہائی بلند چوٹیوں کے حامل پہاڑی سلسلے موجود ہیں جن میں ہندوکش اور ہمالیہ سرفہرست ہیں۔ ایک سلسلہ قراقرم ہے جو اپنی برف پوش چوٹیوں اور شاداب وادیوں کی وجہ سے بھرپور کشش رکھتا ہے۔ اس کی چوڑائی چار سو کلومیٹر اور گہرائی اڑہائی سو کلومیٹر ہے۔ قراقرم کے لغوی معنی "سیاہ" کے ہیں۔ اس سلسلہ کے اہم ترین علاقوں میں راکاپوشی، اور سیاچن وغیرہ شامل ہیں۔ دنیا کی دوسری بڑی چوٹی K2 بھی اسی سلسلہ میں واقع ہے اور قطبین کے بعد سب سے بڑے گلیشیئرز بھی قراقرم میں ہی واقع ہیں۔

زمین کی سطح کا دسواں حصہ گلیشیئرز سے ڈھکا ہوا ہے۔ جب ان کی برف کی موٹائی ساٹھ فٹ تک ہو جاتی ہے تو یہ اپنے ہی وزن کے زیر اثر پھسلنے لگتے ہیں اور نتیجۃً ان کی برف پگھل کر وادیوں میں ندی نالوں اور دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہمالیہ سے نکلنے والے تقریباً تمام دریا انہی گلیشیئرز سے بنے ہیں۔ گرین لینڈ اور بحر منجمد جنوبی میں پائے جانے والے گلیشیئرز "براعظمی گلیشیئرز" (Ice Caps) کہلاتے ہیں۔ ان کی موٹائی میلوں میں ہوتی ہے اور چوڑائی ہزار میل سے بھی زیادہ۔

برفانی تودے (Ice Berg) دراصل گلیشیئر سے ٹوٹ کر الگ ہو جانے والے ٹکڑے ہیں جو سمندر میں بہتے رہتے ہیں۔ گرین لینڈ میں ان کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے اور قطب جنوبی کے پاس بھی یہ بہت تباہی مچاتے ہیں۔ ایک برفانی تودہ تقریباً دو تین سو فٹ سطح سمندر سے اونچا نظر آتا ہے جبکہ اس کا تقریباً نو گنا حصہ پانی کے اندر ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک تودہ اپریل ۱۹۱۲ء میں Titanic جہاز سے ٹکرا گیا تھا اور اس حادثہ میں ڈیڑھ ہزار افراد ڈوب گئے تھے۔

پہاڑوں پر سے گرنے والا سب سے اونچا آبشار Angel's Falls ہے جو جنوبی امریکہ کے ملک وینزویلا میں واقع ہے۔ یہ ۳۲۱۲؍فٹ کی اونچائی سے نیچے دریائے کارو (Carrou) میں گرتا ہے۔ یہ آبشار ایک امریکی مہم جُو جیمز اینجل نے ۱۹۳۰ء میں دریافت کیا تھا۔ بعد میں وہ خود اس آبشار کے آس پاس ہی ۱۹۳۵ء میں ایک فضائی حادثہ میں ہلاک ہو گیا تھا۔

ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں میں دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ ماؤنٹ ایورسٹ واقع ہے جس کی بلند ترین چوٹی ۲۹۰۲۸؍فٹ ہے یعنی یہ پہاڑ ساڑھے پانچ میل اونچا ہے۔ تبت اور نیپال کی سرحد پر واقع اس پہاڑ کو ایک انگریز کوہ پیما سر جارج ایورسٹ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جس نے دنیا کے نقشہ پر اس پہاڑ کی نشاندہی کی تھی۔ بے شمار کوہ پیماؤں نے اس چوٹی کو سر کرنے کے لئے اپنی جانیں تک قربان کردیں تاہم ۲۹؍مئی ۱۹۵۳ء کی صبح تقریباً گیارہ بجے نیوزی لینڈ کے کوہ پیما سر ایڈمنڈ ہیلری نے اپنے گائیڈ شرپا تن سنگ کے ہمراہ اس چوٹی کو سر کر لیا جسے دنیا کی چھت بھی کہا جاتا ہے۔ جس کے بعد کئی کوہ پیماؤں نے اسے سر کیا۔

نذیر صابر وہ واحد پاکستانی کوہ پیما ہیں جنہوں نے دنیا کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ کو سر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے آٹھ ہزار میٹر سے زیادہ بلند دنیا کی پانچ دوسری چوٹیوں میں سے چار چوٹیاں بھی سر کرلیں۔ اُن کا تعلق وادی ہنزہ سے ہے۔ ۱۹۷۴ء میں ۲۱ سال کی عمر میں انہوں نے پہلی چوٹی "پاسو" سر کی تھی جو ۷۷۸۴؍میٹر بلند تھی۔ وہ ۱۹۷۶ء میں بالتور گلیشیئر کی Paiyo Peak سر کرنے والی پہلی بین الاقوامی مہماتی ٹیم میں شامل تھے۔ ۲۶؍سال کی عمر میں انہوں نے کے۔ٹو کی چوٹی بھی سر کرلی جو دنیا کی مشکل اور خطرناک ترین چوٹی ہے۔ اس پر انہیں تمغہ حسن کارکردگی سے بھی نوازا گیا۔ ۱۷؍مئی ۲۰۰۰ء کو انہوں نے "ایورسٹ" سر کر کے اس پر پاکستانی پرچم لہرا دیا۔ انہوں نے اپنے ایک کینیڈین کوہ پیما ساتھی کے ہمراہ ۴۲ دن کی سخت جدوجہد اور ناقابل برداشت موسمی حالات کا مقابلہ کر کے اس چوٹی کو سر کیا۔

آٹھ ہزار میٹر سے بلند پہاڑوں کی دنیا بھر میں تعداد ۱۴ ہے جن میں سے آٹھ نیپال میں پانچ پاکستان میں اور ایک چین میں ہے۔

ماہنامہ "خالد" ربوہ جون ۲۰۰۳ء کی زینت مکرم میر اللہ بخش تسنیم صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملّت کی تنظیم کی جان ہے
خلافت سے زندہ دلوں میں خدا
خلافت غریبوں کا ہے آسرا
نہ کیوں جان و دل سے ہوں اس پر فدا
اسی کے ہے دَم سے ہماری بقا

.......❁.......❁.......❁.......

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۱؍جون ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرمہ احمدی بیگم صاحبہ کی نظم سے انتخاب پیش ہے:

حبّذا اے جانے والے حبّذا اے سیدی
جابسا جنت میں تُو جو نُور سے معمور ہے
کرتے ہیں اے جانے والے وعدہ تیرے ساتھ ہم
آنے والے کی اطاعت ہر گھڑی منظور ہے
قدرت ثانی کا مظہر جو بھی بن کر آئے گا
ہر اشارے پر ہمیں لبیک کہتا پائے گا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 Friday, December 05, 2003 Issue No. 49

جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام ہر طرف پہنچائیں۔

اس زمانہ میں دعوت الی اللہ کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی آخری تین سورتوں میں دجالی فتنوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اس زمانہ کے فتنوں اور مفاسد سے بچنے کے لئے الٰہی طاقتیں درکار ہیں۔ انسانی طاقتوں سے مقابلہ ممکن نہیں۔

(درس قرآن مجید کی نہایت پاکیزہ اور بابرکت عالمی مجلس۔ مسجد فضل لندن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کا درس اور اجتماعی دعا)

رپورٹ : ابو لبیب

(لندن ۲۵ر نومبر ۲۰۰۳ء) آج انگلستان میں رمضان المبارک کا آخری روزتھا۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کا درس دیا اور اس کے بعد حسب روایت اجتماعی دعا کروائی۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (ایم ٹی اے) انٹرنیشنل کے مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ درس القرآن کی اس مبارک مجلس اور اجتماعی دعا کی تمام کارروائی براہ راست تمام عالم میں نشر کی گئی۔ اور یوں دنیا بھر کے کروڑوں احمدی اپنے پیارے آقا کے ساتھ اس پاکیزہ روحانی مجلس میں شامل رہے۔

حضور ایدہ اللہ قریباً گیارہ بجے قبل دوپہر مسجد فضل لندن کے محراب میں تشریف فرما ہوئے۔ سب سے پہلے حضور انور نے قرآن کریم کی آخری تین سورتوں سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت کی، پھر باری باری ہر ایک سورۃ کا ترجمہ کرنے کے بعد مختصر تفسیر اور تشریح بیان فرمائی۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے کئی بطن ہیں لیکن اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جس تفسیر کی طرف راہنمائی فرمائی ہے وہی بنیاد اور اصل ہے۔ چنانچہ مَیں نے آج کے درس کے لئے زیادہ تر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس ہی منتخب کئے ہیں۔ مزید وضاحت کی جہاں ضرورت ہوگی وہاں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تفسیر سے بعض نکات لئے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے سورۃ الاخلاص کے مقام نزول کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ بعضوں کی رائے ہے کہ یہ مکی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نزول مدینے میں ہوا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ اس کا نزول دو دفعہ ہوا۔ ایک دفعہ مکہ میں اور پھر مدینہ میں۔

حضور انور نے مختلف تفاسیر کے حوالہ سے سورۃ الاخلاص کے بیس مختلف ناموں کا بھی ذکر فرمایا مثلاً التوحید، التفرید، النجاۃ، الولایۃ، الجمال، الأساس، المانعہ، النور، الامان وغیرہ۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

سورۃ اخلاص آخری زمانہ میں دہریت اور فساد کو مٹانے اور تمام اقوام کو ایک نقطہ مرکزی پر جمع کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے۔ اس میں توحید کے مضمون کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ نے اسے ثلث قرآن قرار دیا ہے۔ روایت ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو اس کے ساتھ ستّر ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس سے سورۃ کے نزول کے بعد اس کے مضمون کی حفاظت کی غرض سے فرشتوں کے نزول کی طرف اشارہ ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج کل کے فتنوں کا، جس میں توحید کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے، مسلمان مقابلہ نہیں کرسکتے یہ صرف مسیح موعود علیہ السلام کا ہی کام ہے اور آپ کی جماعت کا۔ حضور علیہ السلام کا الہام ہے 'خذوا التّوحید التّوحید یا ابناء فارس'۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے کہ اس توحید کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں اور ان فرشتوں میں شامل ہوجائیں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسی توحیدِ خالص اس سورۃ میں بیان ہوئی ہے ایسی چھوٹی سورۃ میں توحید کا ایسا کامل بیان کسی اور سورۃ میں دکھائی نہیں دیتا۔

حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف ارشادات کے حوالے سے بتایا کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ کہہ خدا وہ عظیم الشان خدا ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ کسی عورت کے پیٹ سے نکلے اور جنایا جائے۔ اور ہر ایک چیز اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کا کوئی قرابتی نہیں۔ اسی طرح اس میں فرمایا گیا ہے کہ تم نصاریٰ سے کہو کہ اللہ ایک ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں ہمیں توجہ دلائی گئی ہے کہ تبلیغ کریں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام ہر طرف پہنچائیں۔ اس زمانے میں دعوت الی اللہ کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالے سے اس سورۃ کے مضامین کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ معبود حقیقی جس کی طرف سب چیزیں گہری عبودیت تامہ کے بعد رجوع کرتی ہیں وہ ایک ہے۔ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنی ذات اور صفات میں احد ہے۔ خدا کسی وسیلے کا محتاج نہیں۔ نصاریٰ کا فتنہ سب سے بڑا ہے۔ سورۃ اخلاص ساری کی ساری اس قوم کے واسطے ہے۔ صمد کے معنی ہیں ازل سے غنی بالذات۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہونا دو قسم کے مضامین رکھتا ہے۔ ایک ایسا اکیلا پن ہے جس میں بے چارگی ہے۔ دوسرے لامتناہی طاقت اور بے مثل ہونا ہے۔ اللہ کی ذات کے لئے لامتناہی طاقتوں والا مطلب ہی لیا جائے گا۔ صمد ایسی چٹان کو کہتے ہیں جس پر طوفانوں کے وقت پناہ لی جائے۔ اور اس کے سوا کوئی دوسری پناہ گاہ نہ ہو۔ اس چٹان کی ضرورت لوگ اس وقت محسوس کرتے ہیں جب دوسرے سب سہارے ختم ہوجائیں۔ پھر صمد کے معنی بے نیاز کے ہیں یعنی اگر تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر بھی چلے جاؤ تو اس کی عظمت و رفعت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسے تمہاری کوئی احتیاج نہیں لیکن جب تمہیں احتیاج ہوگی، تم اسے پکارو گے تو وہ تمہیں بھول نہیں جائے گا۔ بلکہ تمہاری ضرورتیں پوری کرے گا۔ اس لئے فرمایا ﴿اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات جس طرح آنحضرت ﷺ پر جلوہ گر ہیں کسی اور پر جلوہ گر نہیں ہوئیں اور جس طرح ان صفات کا عرفان آپؐ کو نصیب ہوا کسی اور کو نہیں ہوا۔ یہ سورۃ عیسائیت کا کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتی۔ کائنات پر نظر ڈالو اس کا کفو ہی کوئی نہیں۔

سورۃ الفلق کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے حوالے سے بتایا کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ کہہ مَیں شریر مخلوق کی شرارتوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ یعنی اس زمانے کے فسادات سے بچنے کے لئے الٰہی طاقتیں درکار اور مطلوب ہیں، انسانی طاقتوں سے مقابلہ ممکن نہیں۔ نصاریٰ کے فتنہ سے بچنے کے لئے دعا کا اس میں ذکر ہے۔

حضور نے جہاد کے متعلق اس زمانہ کے بعض نادان مولویوں کے باطل عقائد کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ لوگ قرآن کے مکذب ہیں، اس کے منشاء کے خلاف اصرار کرتے ہیں اور ایسے عقائد سے جو مخالف اسلام ہیں اسلام کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔ حضور نے بتایا کہ اخبارات میں ایک ایسا مضمون آیا تھا جس میں ذکر تھا کہ سعودی عرب اور دوسری جگہوں پر جہاں فوجیں گئی ہیں ان کے ساتھ پادری بھی گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ سورۃ فلق اور سورۃ الناس میں اعوذ کے الفاظ رکھے گئے ہیں جس میں یہ بتایا ہے کہ جہاں تم نے یہ سمجھا کہ تمہیں دوسروں پر فوقیت حاصل ہوگئی ہے وہی تمہارا آخری دن ہوگا اس لئے ہمیشہ خدا تعالیٰ کو یاد رکھو۔

سورۃ الناس کی تفسیر میں حضور نے بتایا کہ اس میں سورۃ فاتحہ کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اس سورۃ کا ایک تعلق سورۃ اللھب سے ہے اور بتایا گیا ہے کہ دجال کن کن طریقوں سے اسلام پر حملہ کرے گا۔ تیسرا اس کا تعلق سورۃ الفلق سے ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سورۃ الناس میں مغربی اقوام کا سارا نقشہ کھینچا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس زمانہ میں تین فتنے اہم ہوں گے۔ ایک عمومی، ایک حکومت کا اور ایک مذہب کا۔ حضور نے فرمایا کہ غریب ملکوں کو جس طرح مدد دی جاتی ہے اور پھر ان سے اپنی باتیں بھی منوائی جاتی ہیں اور جہاں جہاں فوجیں جاتی ہیں وہاں عیسائی پادری بھی جاتے ہیں۔ کشمیر کے متعلق بھی ایسی خبر آچکی ہے۔ پھر یہ بھی ایک خبر تھی کہ جو فوجی سعودی عرب وغیرہ گئے ہیں ان میں بہت سے ایسے ہیں جنہیں وہاں ایک عرصہ کے بعد وہاں کی قومیت مل جاتی ہے۔ خبر یہ ہے کہ خیبر اور مدینہ کے درمیان وہ کثرت سے زمینیں خرید رہے ہیں۔ اس کے پیچھے یہودی ہے کہ جہاں سے انہیں

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔